بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیر سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

شوال المکرم ۱۴۴۰ھ

جون ۲۰۱۹ء

جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۶

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	دہشت گردی، اقوامِ عالم کے لیے رستا ہوا ناسور	مولانا محمد ادریس بستوی	۳
	تحقیقات		
اسلامی تحقیق	عقیدہ اور عقیدت: چند غور طلب پہلو	مولانا غلام مصطفی نعیمی	۵
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۹
	نظریات		
فکرِ امروز	تقسیمِ زکوٰۃ کا نظام	انس مسرور انصاری	۱۱
	اسلامیات		
شعاعیں	دعاؤں کی فضیلت اور اہمیت	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	۱۳
طرزِ عمل	مذہبِ اسلام اور تکریمِ انسانیت	شمس تبریز نوری امجدی	۱۷
	رفاعیات		
درخشاں نقوش	سید احمد کبیر رفاعی: اہلِ علم کی نظر میں	مولانا سراج احمد قادری مصباحی	۲۰
	شخصیات		
انوارِ حیات	مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ: کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا محمد اختر علی واجد القادری	۲۳
ربطِ باہم	فقیہِ ملت اور سراج الفقہا: کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا ازہار احمد امجدی	۳۳
	سیاسیات		
آئینۂ وطن	ہندوستان میں تعصب اور تنگ نظری	عظیم اختر	۴۲
	معالجات		
طبِ نبوی	حجامہ: علاج بھی، سنت بھی	ڈاکٹر محمد مبشر نعمانی	۴۴
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	عید الفطر کے اسلامی طریقے	مفتی محمد ساجد رضا مصباحی/حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	۴۶
	ادبیات		
نقد و نظر	وسلموا تسلیما (مجموعۂ سلام)	تبصرہ نگار: مہتاب پیامی	۵۱
خیابانِ حرم	نعتیں	سید محمد نور الحسن نور نوابی/مہتاب پیامی	۵۳
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	مولانا محمد عبد الباری نعیمی/انصار احمد مصباحی		۵۴
	سرگرمیاں		
خیر خبر	بریڈ فورڈ برطانیہ میں صد سالہ کانفرنس		۵۶

اداریہ

دہشت گردی

اقوامِ عالم کے لیے رستا ہوا ناسور

مولانا محمد ادریس بستوی

آج پوری دنیا دہشت گردی سے خوف زدہ اور بد حواس نظر آتی ہے۔ مگر اس کا صحیح علاج کوئی نہیں کر رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی کا علاج صرف مذہب اسلام کے پاس ہے مگر یہودی، نصرانی، بدھسٹ اور ہندو اسلام دشمنی کی وجہ سے اس دوا کو استعمال کرنے سے گریزاں ہیں جس کی وجہ سے پورے عالم کو شفائے کامل حاصل ہو جائے گی۔

اس موقع پر دہشت گردی کے اسباب اور اس کے علاج پر پوری تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے تاکہ آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجائے کہ اس بلائے عظیم کے اسباب و وجوہ کیا ہیں اور ان کا خاتمہ کس طور پر ہو سکتا ہے۔

اصولی طور پر یہ بات سن لیجیے کہ انسان بنیادی طور پر سلیم الطبع، صلح پسند اور امن کی زندگی بسر کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ پھر کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ قاتل، لٹیرا اور دہشت گرد بن جاتا ہے، ہمیں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے انھیں اسباب کو ختم کرنا ہوگا جس کی وجہ سے دہشت گرد پیدا ہوتے ہیں۔

مگر پہلے یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ دہشت گردی کا مفہوم کیا ہے؟ اور دہشت گرد کون لوگ ہیں؟ اس پر دنیا میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ جب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ رہا، ہزاروں لوگوں کو انگریزوں نے دہشت گرد کہہ کر تختہ دار پر چڑھا دیا، یا گولیوں سے بھون ڈالا، زیادہ نرمی برتی تو کالا پانی بھیج کر ان کی زندگی کو برباد کر دیا، مگر اب آزادی کے بعد وہی لوگ ہندوستانی قوم کے ہیرو، رہنما اور لائق احترام ہیں۔

معلوم ہوا کہ ایک ہی مرد جو انگریز قوم کے لیے قاتل اور دہشت گرد تھا، وہی ہندوستانی قوم کا ہیرو اور رہبر ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیسے طے ہوگا کہ کون دہشت گرد ہے اور کون قوم کا ہیرو؟

اصل میں دہشت گرد وہ ہے جو دوسروں کا معاشی استحصال کرے، پوری دنیا پر اپنی بالا دستی کی ناپاک خواہش کے تسلط کے لیے کیمیاوی اسلحہ تک استعمال کر ڈالے۔ دوسرے ملکوں کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کرے، یک قطبی دنیا بنا کر پورے عالم پر بلا اعلان حکمرانی کا خواب دیکھے اور عالمی تجارت پر مکمل قبضہ کرے۔

یہی اسباب ہیں جن کے رد عمل میں دہشت گرد پیدا ہوتے ہیں۔ مذکورہ سارے امور اس وقت امریکہ انجام دے رہا ہے جس کی تازہ ترین مثال امریکہ کا یہ ناروا فرمان ہے کہ ایران سے ہندوستان اور دیگر ممالک تیل نہ خریدیں۔ ذرا غور کیجیے! تیل ایران میں نکل رہا ہے ضرورت مند ملک اسے خرید رہے ہیں ایرانی تیل سے امریکہ کو کیا مطلب؟ مگر فرمان جاری کر رہا ہے کہ ایرانی تیل فلاں فلاں ملک نہ خریدیں۔ یہی اصل دہشت گردی ہے۔ دنیا کے تمام آزاد ملکوں کو امریکہ کو واضح لفظوں میں کہہ دینا چاہیے تھا کہ ہمارا اور ایران کا معاملہ ہے تم سے کیا مطلب مگر سوائے جانباز ترکی کے کسی نے ایسا جواب نہیں دیا اور ہمارا وزیر اعظم دوسرے ملکوں سے تیل خریدنے کی بات کرنے لگا، یعنی ہندوستان نے یہ ظاہر کر دیا ہم آزاد نہیں بلکہ امریکہ کے غلام ہیں اور اس کے چشم و ابرو کے اشارہ پر ہر ذلت گوارا کرنے کو تیار ہیں۔ ایسی بے بسی پر جتنی لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ یہ ہے ہندوستان، یہ وہی کرے گا جو امریکہ کا حکم ہوگا، ہمارے ملک میں امریکہ کے حکم سے سرتابی کی جرأت و ہمت نہیں ہے۔

مگر امریکہ احمقوں کی جنت میں سیر کر رہا ہے، اس کے ہم نوا ممالک ایران سے جو تیل خرید رہے تھے اس سے کئی گنا زیادہ ایرانی تیل، روس، روسی سابق ریاستیں، شمالی کوریا وغیرہ خرید لیں گے اور ایران کے ایٹمی طاقت میں اس کی مدد کریں گے اور امریکہ دیکھتا ہی رہ جائے گا۔

اس وقت دنیا میں سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ ہے جس کی کھلی ہوئی مثال دنیا کے مسلم اور غیر مسلم ملکوں پر اس کی فوج کشی ہے، گلف کے ملکوں کو اس نے کویت کی حفاظت کے بہانے سے تاخت و تاراج کیا اور آج بھی کئی ملکوں پر فوج کشی کی دھمکی دے رہا ہے۔ برصغیر کے اہم ملک افغانستان میں تو اس کی فوجوں نے مستقل ڈیرا ڈال دیا ہے جن کی وجہ سے آئے دن افغانیوں کا خون بہتا رہتا ہے، کہاں امریکہ کہاں افغانستان یہاں اس کی فوجوں کی موجودگی سراسر دہشت گردی اور ظلم ہے، جس کا مقابلہ طالبان کر رہے ہیں، ہمیں طالبان سے اتفاق نہیں ان کی اعلیٰ قیادت کو اپنے کٹر نظریات میں تبدیلی کرنی چاہیے، کلمہ پڑھنے والوں کا خون نہیں بہانا چاہیے۔ افغانیوں سے لڑنے کے بجائے امریکن فوج کو جو افغانستان میں ہے نیست و نابود کرنا چاہیے۔

افغانیو! تم نے روس جیسی جابر طاقت کو چند ہفتوں میں مار کر بھگا دیا تھا جب کہ روس پڑوس ہی میں تھا پھر امریکہ کی جارح فوج کو بھگانے میں تم کو کتنے دن لگیں گے تم اپنی ساری توانائی امریکیوں کے خلاف صرف کر دو۔ انشاء اللہ چند ہی دنوں میں امریکہ کے ناپاک فوجی افغانستان چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اسی کے ساتھ افغانی باشندوں سے اپیل ہے کہ وہ طالبان سے جنگ نہ کریں بلکہ ان سے مصالحت کا راستہ نکالیں اور باہم مل کر غیر ملکی طاقتوں کا قلع قمع کریں۔

آخر میں ایک بار پھر ایرانی تیل کی بات کرتا ہوں، ایرانی تیل کی ہمیں ضرورت ہے اور ہم اپنی ضرورت کا سامان کسی بھی دوست ملک سے خرید سکتے ہیں، امریکہ کے حکم پر ہندوستان کا ایرانی تیل نہ خریدنا یہ کھلی ہوئی امریکہ کی غلامی ہے ہمارے بہادر وزیر اعظم کو ہندوستان کی خود مختاری اور غیر جانب داری کو امریکہ کے ہاتھ پر گروی نہیں رکھنا چاہیے۔ ہمارے محافظ ہماری فوجیں اور ہمارے ملک کے باشعور شہری ہیں ہم اگر امریکہ کا حکم مان کر اپنی تجارتی اور معاشی پالیسی بنائیں گے تو ہمارا ملک داغدار بھی ہو جائے گا اور کمزور بھی اور ہماری بین الاقوامی ساکھ گرد کی طرح اڑ جائے گی۔ خدا ہمیں سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

(ص:۱۰ ار کا بقیہ)... بکر کا جملۂ مذکور کو جملہ کفریہ کہنا اور اس کی وجہ سے یہ توہین آمیز کلمات بولنا کہ ”اس کتاب کو پھاڑ کر پھینک دو، کنویں میں ڈال دو“ شریعت طاہرہ پر بہت بڑی زیادتی ہے، حدیث پاک کے مطابق بے علم فتویٰ دینے والے پر اللہ کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ بکر فوراً علانیہ اپنے ان کلمات سے توبہ کرے۔ اور تجدید ایمان بھی کرے کہ اس نے دینی کتاب کی توہین کی اور کلمۂ اسلام کو کلمۂ کفر کہا، خدائے پاک اسے ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہاں جہاں لوگ ”سُجّی“ کے مفہوم سے آگاہ نہ ہوں یا کسی اور معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہو، وہاں یہ لفظ عوام کے سامنے ہرگز نہ بولا جائے یوں بھی اس طرح کے کلمات جو عام طور پر کتاب اللہ کے لیے نہیں بولے جاتے اور ان کے سننے سے لوگوں میں وحشت ہو یا مہمل ہونے کا شبہہ ہو بولنے سے احتراز کرنا چاہئے اور اگر کبھی بول دیں تو اس کی وضاحت ضرور کر دیں تاکہ سامعین کے دل میں کوئی خلجان نہ رہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ فتویٰ لکھنے کے بعد ٹھیک اسی قضیہ سے متعلق میوات کا ایک دوسرا سوال سامنے آیا جس میں کسی مفتی صاحب کا یہ قول منقول ہے:

”لفظ سُجّی کا قرآن مقدس کے لیے بولنا ناجائز و حرام ہے، اور اگر توہین کی نیت ہو تو کفر ہے“

اس کی وجہ یہ لکھی:

”دراصل ہمارے یہاں عرف عام میں سُجّی جوا میں جو بڑے قسم کا جوا ہوتا ہے اسے کہتے ہیں یعنی یہ جُوا کا نام ہے۔“

یہ الگ بات ہوئی اس میں مفتی نے جملۂ مذکورہ کو کلمۂ کفر نہیں کہا ہے اور اگر وہاں کے عرف میں ”سُجّی“ کا وہی مفہوم ہے اور مفتی نے اسی کو بنیاد پر وہ بات کہی تو اس کی وجہ سے اس پر کوئی سخت حکم عاید نہ ہوگا۔

مجھے معلوم نہیں کہ صحیح واقعہ کیا ہے اور لکھے ہوئے احکام کا تعلق اُن اقوال سے ہے جو دونوں استفتا میں منقول ہیں۔ اب جس استفتا کی بات سچی ہو اس کے حکم پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقیدہ اور عقیدت
چند غور طلب پہلو

غلام مصطفیٰ نعیمی

عقیدہ اور عقیدت دو ایسے لفظ ہیں جن کی درست معلومات اور صحیح تعین بے حد ضروری ہے۔ ذرا سی بے توجہی سے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اس لیے مکمل معلومات اور درست مقامات کا تعین از حد ضروری ہے۔ ہم اسی موضوع پر چند اہم نکات پیش کریں گے۔

عقیدہ: عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے جس کا مادہ عقد ہے۔ جیسا کہ لغت میں ہے:

العقيدة لغة أصل اشتقاق كلمة العقيدة من (عقد)

یعنی لغوی اعتبار سے عقیدہ عقد سے مشتق ہے۔ لغوی اعتبار سے عقیدہ تین معانی پر مشتمل ہے: (۱) لزوم (لازم ہونا، واجب ہونا)۔ (۲) تاکید (تقاضا، زور دینے کا عمل) (۳) استیثاق (مضبوط، پکا، مستحکم مستقل)

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ۔ (سورہ مائدہ: آیت ۸۹)

اللہ تمھیں نہیں پکڑتا تمھاری غلط فہمیوں کی قسموں پر۔ ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنھیں تم نے مضبوط کیا۔ اس آیت کریمہ میں لفظ عقد [عقدتم الایمان] مضبوطی اور لازم کرنے کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جنھیں تم نے اپنے لیے لازم کیا اور اسے مضبوط بنایا۔ اسی طرح لفظ عقد واثق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۔ (سورہ مائدہ: آیت ۱)

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔

اس آیت کریمہ میں عقود سے وہ "پکے معاہدے" مراد ہیں جو مخاطبین سے کیے گئے ہیں۔ یہاں لفظ عقد "واثق" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عقیدہ کے متعلق چند اہل لغت ایک معنی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عقیدہ عقد سے بنا ہے اور عقد کے ایک معنی گرہ [گانٹھ] کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ ہر انسان اپنے فکر و خیال کا دھاگہ رکھتا ہے جب اسے کسی بات سے مضبوط تعلق ہو جاتا ہے تو وہ اسی بات پر گرہ لگا لیتا ہے، گانٹھ باندھ لیتا ہے جس کو ہم عقیدہ بنا لینا کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عقیدہ اس دلی بھروسے کا نام ہے جو کسی امر یا شخص کو درست یا حق سمجھنے سے پیدا ہوا ہو۔ اور یہ بھروسہ اس درجہ مضبوط ہو کہ کسی بھی قسم کے شک، گمان سے متزلزل نہ ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

العقيدة في الاصطلاح هي اعتقادٌ جازمٌ مُطابقٌ للواقع لا يقبل الشك أو الظن،

اگر انسان کو کوئی علم درجہ یقین تک نہ پہنچا سکے تو اس علم کو ہرگز عقیدہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقیدہ اسی علم اور بھروسے کا نام ہے جس میں کسی قسم کا شک و گمان نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی اعتقاد حق اور واقع کے مطابق نہ ہو، نہ اس اعتقاد پر کوئی دلیل ہو تو وہ عقیدہ صحیحہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ عقیدہ فاسدہ ہے جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ ایسا اعتقاد ہے جو واقع کے خلاف اور دلیل سے خالی ہے۔ اس لیے ایسے اعتقاد کو درجہ قبولیت حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

فالعلم الذي لم يَصل بالشيء إلى درجة اليقين الجازم لا يُسمّى عقيدة، وإذا كان الاعتقاد غير مُطابق للواقع والحق الثابت ولا يقوم على دليل فهو ليس عقيدةً صحيحة سليمة، وإنّما هو عقيدة فاسدة كاعتقاد النصارى بألوهيّة عيسى وبالتثليث.

[مدخل لدراسة العقيدة الاسلامية: ص ۱۲۲]

اصطلاح شرع میں عقیدہ اس اعتقاد (قلبی یقین) کا نام ہے جو اللہ کی الوہیت، وجود ملائکہ، کتب الہیہ، انبیا و رسل، روز قیامت تقدیر خیر و شر اور بعث بعد الموت پر مشتمل ہے۔ انھیں ارکان ایمان بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں مختلف مقامات پر ان ارکان ایمان کو

بیان کیا گیا ہے:

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَةِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ (البقرة:۱۷۷)

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ (کنزالایمان)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۳۶﴾ (النساء:۱۳۶)

اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتار دی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو، تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ (کنزالایمان)

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۷۰﴾ (الحج:۷۰)

کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ (کنزالایمان)

درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان ارکان کا بیان کیا ہے جنھیں اسلام میں عقیدہ کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتب وغیرہ۔ یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ عقیدے میں کسی طرح کا کوئی شک نہ ہو ورنہ ایسا عقیدہ، عقیدہ فاسد کہلاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ عقیدہ اس قلبی کیفیت کا نام ہے جو کسی طرح کے شک و گمان کو قبول نہ کرے اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں ایسا عقیدہ رکھے جس پر اسے یقین کامل نہ ہو، شکوک و شبہات ہوں تو ایسا اعتقاد فاسد کہلاتا ہے۔ صحیح عقیدہ وہ ہے جو سالمة من الشک (شک سے پاک) ہو۔

اسلام میں عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یوں تو اسلام عقیدہ و عمل سے عبارت ہے لیکن چونکہ عمل بغیر درست عقیدہ کے قابل قبول نہیں اس لیے عقیدہ کی حیثیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ عقیدہ مثل بیج کے ہے اور عمل مانند پھل۔ جب تک بیج نہ ہو پھل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے عبادات اور اعمال صالحہ سے پہلے عقیدہ صحیحہ کی معرفت لازم ہے، بغیر درستی عقیدہ عمل کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لیے جب کوئی انسان داخل اسلام ہوتا ہے تو عبادات سے قبل اسے توحید و رسالت اور عقائد کی معرفت لازم ہے اسی لیے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو سب سے پہلے توحید و رسالت جیسے عقائد کی دعوت دی، عبادت و معاملات کی نہیں، کیوں کہ جب ایک بار بندے کا عقیدہ اسلام کے تابع ہو جاتا ہے تو عبادات و معاملات میں بھی اسلام کی پیروی آسان ہو جاتی ہے۔

عقیدت: لغوی اعتبار سے عقیدت کے معنی ہیں ؛ گرویدگی۔ (فرہنگ عامرہ: ص۴۲۶) کسی بات کو ٹھیک اور درست جان کر اس پر دل جمانا، کسی بات کی دل میں گرہ باندھنا۔ (فرہنگ آصفیہ: ص۲۷۸ ج:۳) جبکہ اصطلاحاً عقیدت اس دلی کیفیت کا نام ہے جو کسی شخصیت، چیز، علاقہ سے گرویدگی کی حد تک وابستہ ہو۔ شخصیت کی محبت و ارادت دل میں راسخ ہو اور اس سے دل کی ڈور مضبوطی سے بندھی ہو۔

جس طرح عقیدہ کا تعلق دل سے جڑا ہوتا ہے ویسے ہی عقیدت کا محور و مرکز بھی دل ہی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ جس طرح انسان کسی چیز پر عقیدہ جماتا ہے اسی سے جو نسبت بنتی ہے اسے عقیدت کہتے ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ لفظ "عقیدہ" بہت خاص اور اہم مقامات پر استعمال کیا جاتا ہے اور "عقیدت" کا اطلاق کسی بھی شخصیت یا علاقے سے وابستگی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی:

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی قلبی محبت اور دلی وابستگی کی بنیاد پر ایک جیسی ہی ہیں۔ یعنی دونوں ہی صورتوں میں انسان اپنے ممدوح سے اعلیٰ درجے کی ارادت و محبت رکھتا ہے۔ ہاں! دونوں میں تعلق کی نوعیت اور قلبی جذبات کے اظہار و اعتراف میں خاصا فرق آجاتا ہے اور یہیں سے دونوں کی سمت جدا ہو جاتی ہے۔ عقیدت مندی میں اتباع علی وجہ البصیرت ہوتی ہے، جبکہ شخصیت پرستی میں کورانہ تقلید کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ عقیدت مندی میں محبت درجہ اعتدال میں ہوتی ہے جبکہ شخصیت پرستی میں غلو کی آمیزش ہوتی ہے۔

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی کو اس پیرایہ میں سمجھنے کی کوشش کریں کہ عقیدت میں انسان اپنے ممدوح سے محبت رکھتے ہوئے بھی اختلاف رائے کر سکتا ہے۔ اختلاف رائے سے نہ تو اس کی عقیدت مجروح

ہوتی ہے نہ اس کی محبت، کیوں کہ کسی بھی معاملے میں صحت رائے کے لیے اختلاف رائے ضروری ہے۔ اختلاف رائے ہے تبھی صحت رائے پائی جائے گی بصورت دیگر انسان ایک مخصوص حصار میں قید ہو کر رہ جائے گا۔ اختلاف رائے کو برداشت کرنا کشادہ قلبی اور وسعت نظری کی دلیل ہے۔ یہ مقام انھیں کو ملتا ہے جو علم و عمل اور تزکیۂ نفس کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے ظرف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہم اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے کو کتنا برداشت کرپاتے ہیں۔

اختلاف کے اصول و آداب :

۱- اختلاف رائے قرآن و سنت کی بنیاد پر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ہو اور اختلاف کرنے والوں میں وہ اہلیت بھی موجود ہو جو اس کے لیے ضروری ہے ، تو ایسا اختلاف ممنوع نہیں، بلکہ امت کے لیے رحمت ہے ، اسی کے بارے میں فرمان رسالت ہے: اختلاف امتی رحمة.

۲- اختلاف ایسے مسائل میں ہو جن میں قرآن و سنت نے کوئی واضح فیصلہ نہ کیا ہو، ایسے مسائل جن میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے، یعنی ایک سے زیادہ آرا کا احتمال ہوتا ہے۔ ایسے مسائل میں جو فریق بھی کوئی رائے دلائل کی بنیاد پر قائم کرلے وہ ناجائز اور ناپسندیدہ نہیں ہوتی۔

۳- دلائل کی روشنی میں اپنی جو بات بھی راجح معلوم ہو اسے صواب، محتمل خطا اور فریق مخالف کی رائے کو خطا، محتمل صواب سمجھا جائے، اس سے اختلاف اپنے دائرے میں رہے گا اور عناد و شقاق کی نوبت نہیں آئے گی ورنہ اپنی رائے پر اصرار تفرقہ اور انتشار کا سبب ہوسکتا ہے۔

آج کل کچھ لوگ اختلاف برائے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کا طرز عمل یہ ہے کہ ایک بات اپنے ذہن و خیال میں صحیح سمجھ لی، بھلے ہی کتنی معمولی بات کیوں نہ ہو۔ پھر کسی کا کوئی مضمون یا تقریر اس کے موافق دیکھ سُن لی تو اب اس کی تعریفوں کے پُل باندھنا شروع۔ زبان جب کھلے گی اس کی مدح سرائی میں ہی کھلے گی۔ ہر مقام پر اس کی جا بیجا حمایت کی جائے گی، بھلے ہی اس بات میں کتنی ہی سطحیت ہو۔ اس کے ممدوح میں کتنی ہی خلافِ شرع باتیں ہوں، لیکن چونکہ وہ بات ہمیں اچھی لگی ہے اور فلاں شخصیت نے اس کی تائید کی ہے، اس لیے ساری باتوں کو بہت معمولی سمجھا جاتا ہے اور اسی کا نام "روشن خیال تحقیق" اور "غیر جانب دارانہ تجزیہ" رکھ کر اپنے بے لگام نفس کی تسکین کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ اور جن اکابر کے ارشادات اپنی "فکرِ عالی" سے متصادم معلوم ہوتے ہیں انھیں ان کے قرار واقعی مقام سے نیچے لانے کی شعوری و لاشعوری کوشش ہوتی ہے۔ معرفت اہلِ زمانہ کے نام پر ان کی فہم و فراست کو ایک طرح سے چیلنج کیا جاتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ (مسلم، ابوداؤد)

ترجمہ: لوگوں کو ان کے مرتبے میں رکھا کرو۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ.

(کتاب التاریخ، امام بخاری)

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

عصر حاضر میں اختلاف رائے رکھنے والے مختلف قسم کے افراد ہیں:

بعض کم فہم، احساس کمتری کے شکار، دین بیزار، ان پڑھ اور میڈیائی پروپیگنڈے کے شکار افراد؛ جو انتہائی ڈھٹائی، بے ادبی کے ساتھ کسی بھی رائے کا اظہار واشتہار کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ نہ تو ان کے پاس اپنی رائے سے متعلق معقول دلائل ہوتے ہیں، نہ انھیں نتائج کا ادراک ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کی بات کو سمجھنے اور ماننے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند ٹوٹے پھوٹے دلائل تو رکھتے ہیں لیکن انہیں صرف جان چھڑانے کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے، حقیقتاً وہ دلائل انتہائی لچر اور کمزور ہوتے ہیں جس سے ان کا اپنا ضمیر بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوتا۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ناقص معلومات، مفروضوں، پروپیگنڈوں اور افواہوں کے زیر اثر عجیب و غریب رائے کا اظہار کر کے اپنی عقل مندی کا پردہ چاک کرتے ہیں، لیکن جب انھیں اصل حقائق کا علم ہوتا ہے تو خاکساری اور حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی سابقہ رائے سے دستبردار ہوجاتے ہیں۔

فی زمانہ بہت سارے کم فہم اور بے ادب افراد اپنے آپ کو اختلاف کا اہل سمجھتے ہیں، ہر معاملے میں اپنی مستقل رائے رکھنے کو بڑائی تصور کرتے ہیں، بالخصوص سوشل میڈیا کی اس برق رفتاری میں معمولی سے معمولی مسئلہ پر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کی بنیاد رکھنا، لایعنی بحث و مباحثہ، لفظی تکرار و جنگ، سب وشتم کرنا کچھ لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ واٹس ایپ اور فیس بک کے بے شمار مفتی و محقق وہ ہیں جو نہ مسئلہ سے متعلق احکام کا علم رکھتے ہیں نہ کسی شخصیت کے مقام و مرتبے سے واقف ہیں محض سنی سنائی باتوں پر اکابرین کے علم و فضل پر نقد بیجا اور توہین و تضحیک

کرتے ہیں اور اسی کو قرین انصاف و تحقیق سمجھتے ہیں ۔ دو چار اخبار پڑھ لیے یا دس پانچ مضمون اخبار و رسائل میں لکھ دیے اور بس چل دیے ان لوگوں پر تنقید کرنے جنھوں نے برسہا برس محنت کر کے علوم کے جام پیے ہیں۔ جن کی درس گاہوں سے کتنے ہی لعل و گہر پیدا ہوئے ہیں۔
اس لیے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی پر تنقید کرنے، اس کی بات رَد کرنے سے پہلے اس کی بات کی حقیقت، دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی نادانی کی بات ہے کہ بغیر بات کو سمجھے ہی اناپ شناپ ہانکنا شروع کر دے۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ ایک بندر کو کہیں سے ادرک کا ٹکڑا ملے اور وہ خود کو پنساری سمجھنے لگے۔

آقا علیہ السلام نے علاماتِ قیامت میں اس نشانی کا بھی بیان کیا ہے:

اعجابُ كُلِّ ذِي رَأيٍ بِرَأْيِهِ. (شعب الایمان، ۶/ ۸۳)

ترجمہ: ہر انسان کا اپنی رائے کو سب سے بہتر سمجھنا۔

سوئے اتفاق! کہ یہ بیماری آج کل بڑی تیزی سے پیر پسار رہی ہی اور ہر شخص یہی گمان کرتا ہے ؛ ہمچو من دیگرے نیست۔ یعنی جو میری سمجھ میں آ گیا وہی حق ہے، چاہے وقت کا بڑا عالم کچھ کہے یا اکابر علما کی رائے اس سے مختلف ہو۔ یہ چیز بڑی خطرناک ہے اور اس کی فوری روک تھام بہت ضروری ہے۔

عقیدت مندی و شخصیت پرستی اور راہ اعتدال:

عقیدت مندی اور شخصیت پرستی کے مابین فرق نہ کرنے کی وجہ سے بہت سارے مسائل بھی پیدا ہوتے جن کو وقت رہتے حل نہ کیا جائے تو آگے چل کر یہی مسائل عقیدت کی چادر اوڑھ کر عقیدہ بن جایا کرتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی معظم دینی شخصیت سے عقیدت مندی رکھنا قابل تحسین عمل ہے لیکن اس کی شخصیت میں ڈوب کر حق ناحق کو فراموش کرنا سنگین غلطی ہے۔

اس نکتے کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ہر تعریف کرنے والا، گلی کوچوں میں نعرے لگانے والا اور بظاہر عزت دینے والا فرد ہر گز ضروری نہیں کہ واقعتاً عقیدت مند بھی ہو، کیونکہ عقیدت ایک نگاہوں میں نہ آنے والا قلبی جذبہ ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بظاہر خوب تعریف کرنے والا دراصل خوشامدی اور انتہائی عزت دینے والا در حقیقت کسی لالچ و مفاد یا رعب و دبدبے کا شکار ہو۔

عقیدت مندی میں عقیدت کی محور ذات سے تمام تر محبت و احترام کے باوجود اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہر عہد میں اکابرین ملت نے جائز حدود اور ادب کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی ممدوح شخصیات سے اختلاف کیا ہے۔ مگر جو لوگ شخصیت پرستی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے نزدیک ان کی محبوب شخصیت کے احوال و افعال پر نقد کرنے اور اختلاف رائے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ ان کے یہاں اپنی پسندیدہ شخصیت کے ہر جائز و ناجائز قول و فعل کے دفاع میں سچے جھوٹے دلائل تراشے جاتے ہیں۔ ممدوح گرامی کی سال گرہ پر رقص و سرور کی محفلیں سجائی جاتی ہیں اگر کوئی ان کے متعلق حکم شرع بیان کر دے یا علمی پیرایہ میں کتنا ہی معقول نقد کیوں نہ کرے تو ایسی تنقید کو بغاوت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ شخصیت پرستی میں اس شخص کے ناقدین سے دل میں بغض، حسد اور کینہ رکھا جاتا ہے جبکہ زبان سے ان افراد کی بھرپور مخالفت اور شدید مذمت کی جاتی ہے۔ ان پر فتوے باز، شدت پسند جیسے جملے کسے جاتے ہیں، حالانکہ عقیدت مندی میں ناقدین کو بھی عزت و احترام دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ناقد در اصل شخصیت پرستی کے شکار لوگوں کی درست رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے۔

عقیدت مندی دراصل حُسن پسندی ہے کہ جہاں اچھائی نظر آئے وہاں دل و جان سے پیروی کی جائے اور جہاں خلاف شرع امور نظر آئیں وہاں احترام و عقیدت کے باوجود اختلاف رائے کا اظہار کیا جائے۔ سوے اتفاق! کہ ہمارے یہاں عقیدت مندی و شخصیت پرستی کو لے کر افراط و تفریط کا ماحول ہے۔ بعض وہ لوگ جو عقیدت مندی کی بات کرتے ہیں وہ عقیدت مندی میں اس حد کو پار کر جاتے ہیں جہاں سے شخصیت پرستی شروع ہوتی ہے۔ جہاں کوئی سوال کرنا بھی بے ادبی و گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ وہیں کچھ لوگ وہ ہیں جو بظاہر شخصیت پرستی سے بچنے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ خود اعلیٰ درجے کے شخصیت پرست ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ انھیں اپنی پسندیدہ شخصیت کے مقبول عام نہ ہونے کا افسوس اور اپنی ناپسندیدہ شخصیت کی غیر معمولی شہرت سے حسد و جلن ہوتی ہے۔ اس لیے وہ شخصیت پرستی کی قباحتیں تو بیان کرتے ہیں لیکن خود ہی کسی کی شخصیت پرستی میں سرتاپا غرق ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ قابل احترام شخصیات سے عقیدت رکھیں، ضرور رکھیں کہ اسلام میں نیکوکاروں کی عقیدت بھی نجات کا ذریعہ ہے لیکن کسی بھی شخصیت کے بارے میں غلو نہ کریں اور ان شخصیات کے متعلق ایسی بات نہ کہیں جو خلاف شرع ہو۔

جو لوگ دنیوی غرض یا اپنے مادی مفاد کے تئیں شخصیت پرستی کو بڑھاوا دیتے ہیں، وہ لوگ بھی خود احتسابی کریں تاکہ خود بھی اس سرابے سے باہر آئیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے گناہ سے محفوظ رہیں۔

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

زکوٰۃ، بیمہ اور بینکوں کے بیاج کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مسائل ذیل میں:

(۱)-زکوٰۃ کس کس چیز پر دینی چاہیے؟

(۲)-لائف بیمہ کس حد تک جائز ہے اور کس حد تک ناجائز؟

(۳)-میڈیکلیم ہوسپٹل خرچ بیمہ جائز ہے کہ نہیں؟

(۴)-سرکاری بینک کا بیاج کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طریقے سے جائز ہے؟

(۵)-لائف بیمہ کا کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱)-زکوٰۃ تین طریقے کے مال پر فرض ہے:

الف: سونا، چاندی خواہ زیوارات ہوں یا کچھ اور، پھر وہ تجارت کے لیے ہوں یا رکھنے، یا پہننے وغیرہ کے لیے۔ مطلقاً سونا چاندی پر زکوٰۃ فرض ہے جب کہ سونا انگریزی دور حکومت میں رائج روپے سے ۸؍روپے بھر ہو اور چاندی ۵۶؍روپے بھر۔ اس روپے کا وزن ۱۱؍گرام ۶۶۴ ملی گرام ہے اس لحاظ سے:

۸؍روپے = ۹۳گرام ۳۱۲ ملی گرام ہوئے

اور ۵۶؍روپے = ۶۵۳گرام ۱۸۴ ملی گرام ہوئے

کرنسی نوٹ اور سکے بھی سونا چاندی کے حکم میں ہیں جہاں نوٹ، دینار اور اشرفی کی جگہ رائج ہوں وہاں سونے کے حکم میں ہیں اور جہاں روپے، ریال، پونڈ وغیرہ کی جگہ رائج ہوں وہاں چاندی کے حکم میں ہیں لہٰذا اگر یہاں کسی کے پاس اتنے کرنسی نوٹ ہوں جو ۵۶؍ روپے چاندی کے دام کے برابر ہوں تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ب: مال تجارت خواہ وہ زمین، مکان، دوکان ہو یا جانور یا دوسرے اسباب کپڑے، کتاب، لکڑی، دھات، غلہ، الکٹرانکس کے سامان وغیرہ۔ کوئی سامان اس لیے خریدا کہ اسے بیچ کر نفع حاصل کرے گا وہ مال تجارت ہے۔

مال تجارت پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہے جب اس کی قیمت ۶۵۳؍گرام ۱۸۴؍ملی گرام کا دام ہو سکے، یا اس کے پاس کچھ اور روپے ہوں وہ ملا کر اتنا دام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج: سائمہ یعنی اونٹ یا گائے یا بکری جو سال کے اکثر حصے چر کر زندگی گزارتے ہوں اور ان سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہو۔

پانچ سے کم اونٹ، تیس سے کم گائے اور چالیس سے کم بکری پر زکوٰۃ فرض نہیں یعنی اونٹ کا نصاب زکوٰۃ کم سے کم پانچ ہے اور گائے کا کم سے کم ۳۰؍ ہے اور بکری کا کم سے کم چالیس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) لائف بیمہ جسے جیون بیمہ اور بیمۂ زندگی بھی کہتے ہیں بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز۔ بیمہ کرانے والا کسی ایجنٹ کے سبز باغ کے چکر میں نہ پڑے، بلکہ اپنی مالی حیثیت اور آمد و خرچ کا جائزہ لے کر یہ سوچے کہ وہ کتنی رقم ماہانہ قسط میں ادا کر سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس سے بھی کم قسط کا بیمہ لے اور پورے تین سال تک پابندی کے ساتھ ضرور ادا کرے ان شرطوں کے ساتھ لائف بیمہ کرانا جائز ہے اور جو ان شرطوں کی پابندی نہ کر سکے اس کے لیے حرام و گناہ ہے۔ تحقیق کے لیے میری کتاب "جدید بینک کاری اور اسلام" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) میڈیکلیم "ہوسپٹل خرچ بیمہ" کیا ہے مجھے اس کے بارے میں پوری واقفیت نہیں، آپ سے تفصیل مانگی تھی مگر آپ نے بھی تفصیل نہیں بھیجی۔ انتظار کے بعد مختصراً اس کا حکم لکھتا ہوں جو لوگ بیمار رہتے ہیں، عموماً ان کو مہنگی جانچ اور علاج کی ضرورت پیش آتی ہو اور انھیں گمان غالب ہو کہ جتنے کا میڈیکلیم بیمہ کرائیں گے اتنا یا اس

سے زیادہ دیگر سہولیات کے ساتھ مدت بیمہ کے اندر وصول کر لیں گے ان کے لیے اس کی اجازت ہے اور جنھیں یہ گمان غالب نہ ہو ان کے لیے ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بیاج یعنی سود سرکاری بینک کا ہو یا کسی بھی بینک کا بہر حال حرام و گناہ ہے مگر یہاں کے نیز دوسرے سیکولر ملکوں کے بینکوں میں روپے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ شرعی نقطۂ نظر سے سود نہیں بلکہ ایک جائز و مباح مال ہے جو مالک کی رضا و خوشی سے ملتا ہے لہذا اسے لینا اور اپنے دینی و دنیوی کاموں میں استعمال کرنا جائز ہے ہاں افضل یہ ہے کہ بینک سے وصول کر کے محتاج مسلمانوں یا دینی اداروں کو دے دیں، تحقیق کے لیے میری کتاب "جدید بینک کاری" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) لائف بیمہ کا کاروبار آج کل جس طور پر ایجنٹ کرتے ہیں وہ ناجائز ہے کیوں کہ فائدے کے سارے پہلو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور تھوڑی دیر میں ایک غریب آدمی کو بھی لاکھوں کا مالک بنا دیتے ہیں اور اس کے ضرر اور نقصانات سے بالکل غافل رکھتے ہیں اس کے باعث ہوتا یہ ہے کہ جو شخص پانچ سو روپے ماہانہ قسط جمع کرنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ ہزاروں روپے کی قسط والے بیمہ لے لیتا ہے پھر ایک دو سال کے اندر وہ تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور غریب کی تمام جمع شدہ رقم بھی برباد ہو جاتی ہے یہ دھوکہ دہی بھی ہے اور مسلمانوں کے مال کو برباد کرنے کی کوشش بھی اس لیے حرام و گناہ ہے۔

ہاں اگر کوئی ایجنٹ بیمہ کے نفع و نقصان کی تمام صورتیں صاف صاف بتا دے اور بیمہ دار کی مالی حیثیت سے کم قسط کا ہی بیمہ کرائے اور ساتھ ہی وہ کوشش کر کے تین سال کی تمام قسطیں جمع کرا دے تو اس کے لیے لائف انشورنس کا یہ کاروبار جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کریم کے لیے غیر مانوس لفظ کا استعمال

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے خطابت کی اور یوں کہا جیسا کہ خطبات نعیمی صفحہ: ۱۱ میں مذکور ہے "اے اللہ تعالیٰ کی سچّی سُچّی کتاب تجھ میں کائناتِ عالم کے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔ اور بکر نے اس پر اعتراض کیا عوام الناس کے سامنے کہ یہ جملہ کفریہ ہے عوام الناس کے سامنے توبہ کی جائے اور یوں بھی کہا کہ اس کتاب کو پھاڑ کر پھینک دو کنوئیں، بھاڑ میں ڈال دو۔

لفظ سُچّی پر غور کیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ جملہ کفریہ ہے کہ نہیں پھر اگر جملہ کفریہ نہیں تو بتائیں بکر کہ جس نے عوام الناس کے سامنے کہا کہ توبہ کی جائے۔ ذلیل و رسوا کیا گیا ایک عالم کو عوام الناس کے سامنے، تو بتایا جائے بکر جو عالم ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں باحوالہ بیان فرمائیں اور زید نے جو لفظ سُچّی بولا اس کے لیے کیا حکم صادر ہوا پھر یہ بتائیں کہ مصنف نے جو لفظ سُچّی مذکور کیا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ پورا حوالہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب

خطبات نعیمی کی جلد مع عنوان کی نشان دہی کرنا چاہیے تھی۔

مجھے وہ عبارت ص: ۱۱ میں نہ ملی، مگر وہ کفر نہیں، اور قرآن کریم کی عظمت شان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے ایسا کوئی لفظ نہ استعمال کیا جائے جس سے مسلمانوں کے قلوب میں شک واقع ہو "سُچّی" کا لفظ ایسا ہی ہے کہ عموماً عوام و خواص قرآن حکیم کے لیے یہ لفظ نہیں بولتے۔ نیز اس پر "سچی" کا مہمل ہونے کا شبہہ گزرتا ہے۔

"اے اللہ تعالیٰ کی سچّی سُچّی کتاب تجھ میں کائنات کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔" یہ جملہ اپنے معنی کے لحاظ سے صحیح ہے، کفر نہیں ہے اس لیے اسے کلمۂ کفریہ کہنا غلط ہے۔ "سُچّی" کا معنی ہے "خالص، ملاوٹ سے پاک" بولتے ہیں: سُچّا گھی، سُچّا دودھ، سُچّا شہد۔ جس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس گھی یا دودھ یا شہد میں کوئی ملاوٹ نہیں، یہ خالص ہے۔ تو یہ لفظ ہماری زبان میں "غیر کی ملاوٹ سے پاک اور خالص" کے معنی میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس لحاظ سے "سُچّی کتاب" کا معنی ہوا "غیر کلامِ الٰہی سے پاک اور خالص کتاب" یعنی کتاب اللہ خالص اللہ کا کلام ہے اس میں دوسرے کے کلام کی آمیزش کا کوئی شبہہ و شائبہ نہیں ہے اور یہ مفہوم یقیناً حق ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ .

(باقی، ص: ۴۰؍ پر)

تقسیمِ زکوٰۃ کا نظام

انس مسرور انصاری

اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور ضابطۂ حیات ہے، اس صداقت سے کوئی بھی مسلمان، مسلمان ہونے کے بنیادی عقیدہ کی بنا پر انکار نہیں کر سکتا۔ اسلام کی یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ روحانیت اور مادیت کے متضاد نظریوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں کھینچتا۔ دیگر مذاہب کی طرح صرف راہبانہ زندگی کی ترکیب نہیں دیتا بلکہ ایک ایسے متوازن اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس سے دینی اور دنیاوی دونوں تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کی عظیم صفت یہ ہے کہ آدمی کی پیدائش سے موت تک تمام شعبۂ حیات و کائنات میں انسان کی رہبری اس نہج پر کرتا ہے کہ آخرت سنور جاتی ہے اور دنیاوی ضرورتوں کی تکمیل بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سماج کی فلاح واصلاح اور استحکام کے لیے اسلام کی طرف سے جو ہدایات اور احکام جاری ہوئے وہ سب کے سب عبادات کا درجہ رکھتے ہیں۔

اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں روزہ بھی ایک رکنِ عظیم ہے۔ روزہ کے متعلق قرآن میں ہے: ”روزہ کا مہینہ رمضان ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے اور قرآن لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے کھلے حکم موجود ہیں۔ تو مسلمانو! جو تم سے اس مہینہ میں زندہ موجود ہو تو چاہیے کہ مہینہ کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پورے کر لے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا، اور یہ حکم اس نے تمہیں اس لیے دیے ہیں تاکہ تم کو جو راہِ راست اللہ نے دکھائی ہے اس نعمت پر اس کی بڑائی اور تعریف بیان کرو اور تاکہ تم اس کا احسان مانو“۔ (القرآن)

روزہ عبادت ہے، حکم خداوندی کی تکمیل ہے۔ آدمی بھوکا رہ کر بھوک کی اذیت اور تکلیف کو اچھی طرح محسوس کر لیتا ہے اور اسے غریب و نادار اور افلاس زدہ انسانوں کی دشوار کن اور صعوبتوں سے بھری ہوئی زندگی کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ غور طلب یہ ہے کہ روزہ کے فوراً بعد زکوٰۃ کا نمبر آ جاتا ہے۔ زکوٰۃ بھی اسلام کی پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ زکوٰۃ ہر آزاد و خود کفیل مسلمان پر واجب ہے۔ یہ مال کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے اور شرائطِ مقررہ کے بموجب اس کی ادائیگی واجب ہے۔ زکوٰۃ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ جب بھی دی جائے تو بہ رضا و رغبت اور بہ خوشی دی جائے، جبر و کراہت اور مجبوری کے سبب زکوٰۃ دے کر احسان نہیں جتانا چاہیے۔ قرآن پاک میں ہے: نرمی سے جواب دینا اور سائل کے اصرار سے درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے سائل پر کسی طرح کا احسان جتایا جائے، اور اللہ بے نیاز اور بُردبار ہے“۔

”مسلمانو! خدا کی راہ میں ان عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے تجارت وغیرہ میں کمائی ہوں اور جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں“۔

”اور جو لوگ خدا کی رضا کے لیے اپنی نیت ثابت رکھ کر اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر واقع ہے۔ اس پر اگر زور سے پانی برسا تو وہ دو چند پھل لایا اور اگر اس پر زور کا پانی نہ بھی برسا تو اس کی ہلکی پھواریں بھی کافی ہیں اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔“

ادھر آپ بھوک کی اذیت سے واقف ہوئے اور ادھر حکم ہوا: مسلمانو زکوٰۃ دو۔ گویا اسلام نے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے جذبہ کی تحریک کے لیے پہلے ایک ایسے عمل کا حکم دیا جسے ”روزہ“ کہتے ہیں۔ یہاں زکوٰۃ سے متعلق چند باتوں کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

اسلام نے افراد کی ملکیت اور دولت جمع کرنے کے حق کو تسلیم کیا ہے، جائز طریقوں سے دولت پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے لیکن اسی کے ساتھ انھیں اس جمع کی ہوئی دولت کا امین قرار دیا ہے۔ یعنی ان کے پاس جو دولت ہے وہ قوم کی امانت ہے۔ اور یہ کہ اپنے جائز تصرف کے بعد اس کی شکل قومی سرمایہ کی ہوگی۔ یہ دولت وقت ضرورت قومی ضروریات پر صرف کی جا سکتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں بہت کم ایسا وقت آیا ہے جب قومی اصراف کے لیے ریاست کو اپنے قومی فنڈ (بیت المال) میں دولت مند لوگوں سے چندہ جمع کرانا پڑا ہے، حالاں کہ سماج میں دولت کی مساوی تقسیم یا تکمیلِ ضرورت کے لیے ایسا بار بار ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا نہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسلام نے افراد کی جمع کی ہوئی دولت پر زکوٰۃ کی شکل میں براہِ راست ٹیکس لگا کر اسے ایک جگہ جمع ہونے سے روک دیا ہے اور وراثت کی وسیع تقسیم

کے ذریعے سے ایک ہی جگہ املاک کے انجماد کو ناممکن بنادیا ہے۔

زکوٰۃ دنیا کا واحد ٹیکس ہے جس میں ریاست کی مجلسِ منتظمہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ سماج میں دولت کے مساوی تقسیم سے متعلق اسلام نے اپنے اقتصادی نظام کے نظریہ کو ایسی عملی شکل دی ہے کہ اسلامی تاریخ میں ایسا بھی دور آیا ہے جب پوری ریاست میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ملا جو خود کفیل نہ ہو۔ نادار ہو اور زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو۔ لوگ زکوٰۃ کو لیے لیے پھرتے اور پریشان ہوتے کہ کوئی نادار اور مستحق مل جائے لیکن کوئی نہیں ملتا تھا۔ مجبوراً زکوٰۃ کی رقم ریاست کے بیت المال میں جمع کر دیتے۔ یہ اسلام کے اقتصادی نظام کی آفاقی خوبیاں ہیں۔

اسلام نے بھیک مانگنے اور کسی انسان کو کسی انسان کا محتاج رہنے کو معاشرہ کی بڑی لعنت قرار دیا ہے۔ انسان صرف خدا کا محتاج ہے اور اُسی کے آگے ہاتھ پھیلا سکتا ہے۔ اسلام نے قومی اقتصادیات کو معتدل و متوازن رکھنے کے لیے جہاں بیکار افراد کو محنت و مشقت کی طرف راغب کیا، ان کی روزی روٹی کے لیے وسائل و ذرائع فراہم کیے۔ وہیں برسرِ روزگار طبقہ اور دولت مندوں کو تاکید بھی کی کہ وہ اپنی دولت اور سرمایہ کو قومی امانت سمجھیں اور جائز ضروریات کے علاوہ غیر شرعی طور پر ایک حبّہ بھی اپنے تصرف میں نہ لائیں۔ یہی وجہ ہے کہ نظامِ اسلام کے دائرہ اختیار میں جو ادوار گزرے ان میں مسلم قوم دنیا کی سب سے زیادہ خوش حال اور مال دار قوم رہی ہے۔

زکوٰۃ کے ذریعہ اسلام نے مسلم معاشرت اور اس کی اقتصادیات کو مستحکم و منظم اور مربوط کر دیا ہے۔ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ کئی ممالک اپنے سماج کو غربت کی لعنت سے پاک رکھنے کے لیے "غیریبی ہٹاؤ" کے نعرے لگاتے لگاتے تھک ہار چکے ہیں لیکن ہنوز یہ نعرہ بے اثر ثابت رہا ہے۔ روز نت نئی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے لیکن سماج سے غربت و افلاس کو دور رکھنے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ کے جو اصول وضع کیے ہیں اگر ان کو صحیح انداز سے برتا جائے تو مسلم معاشرہ کو "غریبی ہٹاؤ" کے نعرے کی کبھی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ زکوٰۃ کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں دولت کی نسبتاً مساویانہ تقسیم کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کو اجتماعی طور پر جمع کیا جائے۔ یعنی اگر ایک علاقہ میں دس افراد ایسے ہیں جو ہر سال زکوٰۃ نکالتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ فرداً فرداً تقسیم کرنے کے بجاے، دسوں آدمیوں کی زکوٰۃ کو اکٹھا جمع کر لیا جائے اور اس بھاری رقم کو کسی ایک یا ایسے چند آدمیوں کو دے دی جائے جو مسلم سماج کے پسماندہ اور پچھڑے ہوئے لوگ ہوں تاکہ وہ برسرِ روزگار ہو جائیں نیز یہ کہ ممکن حد تک ان کے کاروبار کی نگرانی و سرپرستی بھی کی جائے تاکہ وہ ترقی کر سکیں اور آئندہ سال وہ خود بھی زکوٰۃ دینے کے قابل ہو سکیں۔ اس طرح کچھ پچھڑے ہوئے لوگ زکوٰۃ کے سہارے ہر سال اوپر اٹھ کر زکوٰۃ نکال سکیں گے اور زکوٰۃ کی رقم میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ پھر مسلم سماج کو غربت کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

زکوٰۃ کے اول مستحق آپ کے رشتے دار، اقربا، پڑوسی، اور شہر کے غربا و مساکین ہیں۔ پھر درجہ بہ درجہ اور لوگ ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ایسے حاجت مندوں کو تلاش کرو جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں لیکن غیرت اور حیا کی وجہ سے کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ زکوٰۃ دینے والے کو اگر یہ نہ بتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اور دل میں صرف نیت کر لی جائے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور زکوٰۃ لینے والا شرمندگی سے بچ جائے گا۔ حدیثِ نبوی میں ہے کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تو جب اپنے بھائی کو مصیبت میں پاؤ تو ہر طرح اس کی مدد کرو۔ جسمانی مدد بھی اور مالی مدد بھی۔ مسلمان اس عمارت کی طرح ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے میں پیوست ہوتی ہیں۔ مسلمان گویا ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر ایک عضو کو تکلیف تو سارے اعضا اس تکلیف سے متاثر ہوتے ہیں۔

تقسیم زکوٰۃ کا یہ طریقہ اس کا صحیح مصرف اور مسلم سماج کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ آج ہمارے سماج میں ایسے لوگ آسانی سے مل جائیں گے جو محنت اور جد وجہد تو کرتے ہیں لیکن سرمایہ کی کمی اور محدود وسائل کے سبب ترقی نہیں کر پا رہے ہیں۔ غریبی اور تنگدستی کی وجہ سے ان کی لڑکیوں کی شادیاں مشکل ہوتی ہیں لیکن زکوٰۃ کے ذریعہ انھیں اس لائق بنایا جا سکتا ہے کہ وہ خوش حال ہو کر اپنی لڑکیوں کی شادیاں کر سکیں اور اپنے بچوں کو بہتر طور پر تربیت دے کر انھیں اعلیٰ تعلیم دلا سکیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے یہی بچے ایک روز مسلم سماج کے استحکام و اصلاح اور ترقی کا ذریعہ ہوں گے۔ ہمارے سماج میں ایسے خوش حال مسلم افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو ہر سال زکوٰۃ کی کافی بڑی رقم نکالتے ہیں لیکن اس رقم کو اتنے حصوں میں تقسیم کرتے ہیں کہ اس سے کسی کو بھی فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا اور زکوٰۃ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ لوگو! اپنے اصل مال ہی کی طرح اپنی زکوٰۃ کے مال کی بھی حفاظت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم زکوٰۃ بھی ادا کرو اور وہ ادا بھی نہ ہو۔ اور مسلم سماج میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہے۔ اس کا کبھی خاتمہ نہ ہو۔ اس لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ "بیت المال" کو رواج دو تاکہ مستحق کو اس کا وہ حق مل سکے جو اللہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ نے اسے دیا ہے۔ لوگو! اللہ سے ڈرو اور اس کی قائم کردہ حدوں کو نہ توڑو۔ قرآن حکیم میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں۔ دینی اور عصری علوم کی تحصیل میں ہر طرح ان کی مدد کریں، معاونت کریں۔ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمھارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے ڈرتے رہو۔ یقیناً تم بھی فلاح پاؤ گے۔ ◘

دعاؤں کی فضیلت اور اہمیت

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

اللّٰہ رب العزت تمام خوبیوں کا مالک اور سارے جہان کا پالنہار ہے۔ اللہ غنی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ .(القرآن سورہ محمد، آیت ۳۸)

ترجمہ: اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔ (کنزالایمان)

سارے بندے شاہ و گدا اللہ رب العزت کے محتاج ہیں ۔ زمین و آسمان کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں وہی جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز تا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ .

(القرآن سورہ آل عمران، آیت ۷۳)

ترجمہ: تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دے۔

دعا کی اہمیت وضرورت:

ہر شخص محتاج ہے انسان کی محتاجی اور فقیری کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اپنے رب سے اپنی حاجت و ضرورت کو مانگے اور اپنے کسی بھی عمل کے ذریعہ اللہ رب العزت سے بے نیازی کا شائبہ بھی نہ ہونے دے کیوں کہ یہ مقامِ عبدیت اور دعا کے منافی ہے ۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ کو پکار تا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (القرآن سورہ زمر، آیت ۸)

حضور ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ (ترمذی)

رب تعالیٰ نے انبیاے کرام و صالحین اور اپنے بندوں کو نہ صرف دعا مانگنے کی تعلیم دی بلکہ دعا مانگنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: تمھارے پروردگار نے کہا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ (المومن، ۶۰)

دعا کافروں کی بھی قبول ہوتی ہے:

دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول کی جاتی ہیں ۔ کفار مصیبت میں پھنس کر دعا کرتے تھے رب انھیں نجات دے دیتا تھا۔

(مفہوم سورہ انعام، آیت ۶۳)

شیطان نے اپنی درازی عمر کی دعا مانگی جو قبول ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے رب سے تین دعائیں کیں ، ان میں سے دو قبول ہوئیں ۔ ایک یہ کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ انھیں غرق (ڈبو کر) بالکل تباہ نہ کیا جائے۔ یہ دونوں قبول ہوئیں ۔ تیسرے یہ کہ آپس میں جنگ و جدال نہ ہو، یہ قبول نہ ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، صفحہ ۲۱۵)

حضرت ابن عباس ، ابو سعید ، ابو موسیٰ اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں :

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سب اپنی اپنی دعا دنیا میں کر چکے ہیں اور میں نے آخرت کے لیے اٹھا رکھی ہے۔ وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لیے۔ قیامت کے دن میں نے اسے اپنی ساری امت کے لیے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اٹھے گی۔

(مسلم شریف جلد۱، صفحہ ۱۱۳، باب اثبات الشفاعة...الخ، بخاری جلد۲، صفحہ ۳۱۱ باب فی المشیة والارادة...الخ)

حضور علیہ السلام نے روز قیامت شفاعت امت کے لیے ایک دعا محفوظ رکھی ہے ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے میں نے دو تو دنیا میں عرض کر لی۔ اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی ۔اللہ میری امت کی مغفرت فرما اللہ میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری عرض (دعا) اس دنیا کے لیے اٹھا رکھی جس میں تمام مخلوق الٰہی میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام وسلم وبارک علیہ۔(مسلم شریف،ص:۲۷۳،ج:۱)

اللہ سے دعا مانگنے کی تاکید اور نہ مانگنے پر غضبِ رب کی وعید:

دعا عبادت کا مغز ہے اور دعا نہ مانگنے پر غضبِ الٰہی کی وعید ہے (القرآن) دعا کا مطلب ہے مانگنا، دعا کرنا، اصطلاح میں دعا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرنا۔ دعا کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث پاک سے بھی ہوتا ہے۔

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤمِنْ وَعِمَادُ الدِّيْن وَنُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض۔

ترجمہ: دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کی روشنی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ رب العزت جنت میں ایک شخص کا درجہ بلند فرمائے گا۔ وہ دریافت کرے گا، اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا؟ اللہ سبحانہ تعالیٰ جواب دے گا: تمھارا یہ درجہ تمھاری اولاد کے تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ سے ہوا۔

(مسند احمد بن حنبل: حدیث نمبر ۱۰۶۱۸)

حدیث میں ہے من الم یدع اللہ غضب علیہ۔ ترجمہ: جو اللہ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔

(کنز العمال جلد ۲، صفحہ ۶۲)

دعا مانگنے سے جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اس کے لیے وہی راہ آسان ہو جاتی ہے اور اس کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخی جنتی سب لکھے ہوئے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر ہم عمل کا ہے کو کریں؟ ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی (بدبخت) ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں، بلکہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لیے بنا ہے اسی کا راستہ اسے سہل آسان کر دیتے ہیں سعید (نیک) کو اعمال سعادت کا اور شقی کو افعال شقاوت کا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی...الخ

(بخاری جلد ۲، صفحہ ۳۵، باب قولہ وکان امر اللہ قدر...الخ، مسلم جلد ۲، صفحہ ۶۳۳۳، ترمذی جلد۲، صفحہ ۳۵،ابواب القدر باب ماجا فی شقاوسعادۃ)

دعا کی تاثیر:

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی اور دعا اس بلا سے جو اترتی آئی اور جو ابھی نہیں اتری دونوں سے نفع دیتی ہے اور بے شک بلا اترتی ہے اور دعا اس بلا سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کشتی لڑتی رہتی ہیں یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دعا اسے اترنے نہیں دیتی۔

(ترمذی،ابن ماجہ ، حاکم، بسند حسن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ، الترغیب و الترھیب جلد۲، صفحہ ۴۸۲، الترغیب فی کثرۃ الدعا)

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ:

فقید المثال حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مثنوی شریف میں انتہائی دلچسپ اور سبق آموز واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

اللہ رب العزت کی پوشیدہ مہربانی :

بندہ مومن جب اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگ رہا ہوتا ہے، اس وقت فرشتے بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تیرا فلاں بندہ دعا میں رو رہا ہے، تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اس مومن کو دینے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب دیتا ہے کہ یہ تاخیر (دیر) اس لیے نہیں کہ ہم اسے حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اس کی ایک مدد ہے۔ اس کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اس کی عزت ورتبہ بڑھا رہا ہوں۔ اس کی ضرورت نے اسے ہماری طرف متوجہ کیا اور وہ

مجھ سے مانگ رہا ہے، اگر اس کی ضرورت جلد قبول کرلی جائے تو یہ بندہ ضرورت پوری ہوتے ہی ہم سے رخصت ہوجائے گا اور کھیل کود اور دنیا میں لگ جائے گا۔ وہ ابھی دل سے ہمیں پکار رہا ہے، اس کی آواز اور اس کا یا خدا کہنا ہمیں بہت پسند ہے۔ مومن کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اس کے لیے قید خانہ ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا ان کے لیے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے چرتے، کھاتے پیتے ہیں۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ رب العزت اس کو دعا کے ساتھ اپنی جانب مصروف رکھنا چاہتا ہے۔

خزانے کا پتہ حکمتِ الٰہی:

میراث والے ایک شخص نے گریہ و زاری (آہ و بکا) سے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ہاتف (غیب کی آواز دینے والا فرشتہ) نے غیب سے آواز دی کہ تجھے خزانہ مصر میں ملے گا اور اسے خزانہ کی جگہ کا پتہ بھی بتا دیا۔ وہ شخص مصر پہنچا تو رات کے وقت آوارہ گردی میں گرفتار کرلیا گیا۔ کوتوال نے اسے خوب مارا لیکن اس کے بعد اس کی مشکل حل ہوگئی۔ اس نے کہا میں مصری نہیں ہوں، مجھے نہ مارو میں اپنے صحیح حالات بتاتا ہوں۔ اس نے کہا میں مصری نہیں ہوں اور نہ ہی چور ہوں، بات سچی تھی اور سچائی سننے والے کے دل میں اطمینان پیدا کردیتی ہے۔ اس کی باتوں سے اس کی اندرونی تکلیف کا پتہ چلتا تھا۔ اس کی درد بھری داستان سن کر کوتوال رو پڑا۔ کوتوال نے پردیسی سے کہا، تو بے وقوف ہے کہ ایک خواب کے پیچھے بغداد سے یہاں آگیا۔ میں نے کئی بار خواب دیکھا کہ خزانہ بغداد میں ہے۔ کوتوال نے خزانے کا پورا پتہ بتا دیا جو کہ اس شخص کے گھر کا پتہ تھا۔ کوتوال (وہ داروغہ جس کے تحت کئی تھانے ہوتے ہیں) نے کہا کہ میں نے یہ خواب بار بار دیکھا ہے لیکن میں بغداد نہیں گیا۔ تیری یہ بے وقوفی ہے کہ خواب پر اتنی دور چلا آیا۔ ناقص عقل کے خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں ہوتے۔ کوتوال کا خواب سن کر اس نے اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں غریبی کی حالت میں کیوں پھر رہا ہوں۔ یہ سب میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ اس نے سوچا خزانے کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف (رکا ہوا) تھا۔ ویسے میرے پاس سب کچھ تھا وہ مجھے احمق کیوں سمجھتا ہے۔ کوتوال کی بات سننے کے بعد وہ بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہ راستے بھر حیران رہا کہ اللہ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں عطا فرمایا۔ اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن کیا اور اتنی مشقت میں ڈالا اور پھر خزانے کا پتہ بتا دیا۔ میری اس گمراہی کو محنت و مشقت کرا کر کامیابی کا ذریعہ بنا دیا۔ مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پٹوایا اور اسی کوتوال کو خزانے کا وسیلہ بنا دیا۔ چوں کہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا تو اس سے انسان کا خدا پر بھروسا بڑھتا ہے اور اسباب کو مستقل نہیں سمجھتا۔ اللہ رب العزت بعض اوقات گمراہ انسان کو ہدایت عطا فرما کر ایمان کا سبب بنا دیتا ہے۔ اور انسان ہے کہ اللہ کی عطا اور بہت زیادہ احسان اور اپنی عبادت کے نتیجے میں بعض اوقات گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے یہ حکمت رکھی ہے کہ کوئی عبادت گزار خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور اپنی عبادت پر نازاں نہ ہو اور کوئی بدکار گناہ گار اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ برائی میں بھلائی کو اسی لیے مخفی کیا گیا ہے تاکہ اس کے اسم "ذو اللطف الخفی" (پوشیدہ مہربانی) کا مظہر سامنے آتا رہے کہ گناہ گار کو بخشنا، نوازنا اللہ کا لطف خفی ہے۔ یہ ہے اس کا کرم۔

حکمتِ الٰہی:

فرعون نے جادوگروں کو اس لیے جمع کیا تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو باطل کردیں لیکن یہی مکر الٹا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گواہ عصا معتبر ثابت ہوا۔ فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا لیکن اس کی یہ حرکت بنی اسرائیل کے لیے باعث اطمینان ہوگئی اور وہ دریا کے پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو بنی اسرائیل کے لیے ہمیشہ دردِ سر بنا رہتا اور بنی اسرائیل ہمیشہ ڈرتے رہتے۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔ جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے گیا۔ اللہ نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشابہ (ہم شکل) بنا دیا۔ قوم اسے عیسیٰ علیہ السلام سمجھی اور سولی پر چڑھا دیا۔ وہ کہتا رہا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں لیکن اس کا یقین کون کرتا۔ قوم نے کہا یہ عیسیٰ علیہ السلام ہے بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے تاکہ جان بچ جائے۔ جو کام اس نے باعثِ امن سمجھا اس میں خوف پوشیدہ تھا۔ دنیا میں بہت سے واقعات

ہوئے ہیں کہ انسان ان کو فائدہ مند سمجھتا ہے اور وہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔اس شخص نے بغداد آکر خواب کے مطابق گھر کھودا تو اسے خزانہ مل گیا۔یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ اس پر واضح ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ بعض وقت نقصان دہ باتوں میں نفع پوشیدہ کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی۔رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سبق آموز حکایت اللہ کے اس فرمان کی تشریح ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بعض اوقات جس چیز کو بندہ اچھی سمجھتا ہے وہ در حقیقت ہمارے لیے بری ہوتی ہے اور جس چیز کو ہم ظاہراً برا سمجھتے ہیں وہ در حقیقت ہمارے لیے بہتر ہوتی ہے۔

دعاؤں کا قبول نہ ہونا:

موجودہ دور میں ہماری دعاؤں کی ناقبولیت ہمارے اوپر بدترین لوگوں کا تسلط ہے۔ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دور دراز کا سفر کرے اور نہایت پریشان و پراگندگی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتے ہوئے دعا کرے جبکہ اس کی غذا اور لباس سب حرام سے ہو اور حرام کی کمائی استعمال کرتا ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے؟(صحیح مسلم)

دعا کے وقت دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف حاضر اور متوجہ رکھنا ضروری ہے۔کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس بندہ کی دعا قبول نہیں کرتا جو صرف اوپری دل سے اور توجہ کے بغیر دعا مانگے۔(ترمذی)

غرضے کہ دعا مانگنا چاہیئے۔کوئی بھی دعا فائدہ سے خالی نہیں۔ اپنے گناہ و خطا پر نظر کر کے دعا کو ترک نہ کرے کہ شیطان کی بھی دعا قبول ہوئی اور اسے قیامت تک مہلت ملی۔ کہتے ہیں فرعون دن بھر خدائی کا دعویٰ کرتا اور رات کو دعا میں گریہ وزاری دعا میں مشغول رہتا۔ اسی سبب سے جاہ وحشم اور کمال وملک اس کا مدت تک قائم رہا۔اے عزیزو! وہ ارحم الراحمین ہے۔ اس سے ناامید ہونا مسلمان کی شان نہیں۔جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا۔ مومن کو کب محروم کرے گا۔جس کو یہ پسند ہو کہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہیئے کہ آسائش (آرام) کے وقت کی دعا کی کثرت کرے۔(حدیث)۔

یہ شکوہ غلط ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں،دعاؤں کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں:

☆اول مانگنے والے کو عطا کر دیا جاتا ہے،

☆یا پھر دوسری صورت میں اس دعا کے بدلے کسی مصیبت کو دور کر دیا جاتا ہے۔

☆یا پھر اس دعا بدلے اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر عظیم عطا کرتا ہے۔

اسی لیے اپنے حق میں ہر دعا مانگنی چاہیئے اور بار بار مانگنی چاہیئے کیوں کہ رضائے الٰہی سے یہ دعائیں اس دنیا میں ہمارا بھی دفع کرتی ہیں اور آخرت میں بھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر انسان گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے بشرطے کہ جلد بازی نہ کرے۔آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہنے لگے میں نے بہت دعا کی لیکن لگتا ہے میری دعا قبول نہیں ہوئی، چنانچہ ناامید ہوکر دعا چھوڑ دے۔(مسلم شریف حدیث)

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اے! لوگو تمھارے دل آٹھ چیزوں سے مردہ ہوگئے ہیں تو پھر دعائیں کیسے قبول ہوں:

(۱) تم نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی

(۲) تم نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا مگر سنتوں پر عمل نہ کیا۔

(۳) تم نے موت کو برحق جانا مگر اس کے لیے تیاری نہ کی۔

(۴) تم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں مگر اس کا شکر ادا نہ کیا۔

(۵) تم نے قرآن مجید پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا۔

(۶) تم نے عداوت شیطان کا دعویٰ کیا مگر اس کی مخالفت نہ کی۔

(۷) تم نے دوسروں کی عیب جوئی کی مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔

(۸) تم نے مردوں کو دفن کیا مگر عبرت حاصل نہ کی قبروں کو ڈھاتے ہو اور بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو،مال جمع کرتے ہو مگر حساب دینے سے غافل ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین پڑھنے،سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے اور اللہ ہم سب کو دعا کی اہمیت و فضیلت اور آداب جاننے اور دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین،ثم آمین۔

▪▪▪

مذہب اسلام اور تکریم انسانیت

شمس تبریز نوری امجدی

اللہ رب العزت کا پسندیدہ دین، دین اسلام ہے۔ اس کائنات ہستی میں بے شمار مذاہب کے لوگ ہیں جو الگ الگ مذہب کو مانتے ہیں۔ لیکن دینِ اسلام واحد مذہب ہے جو دنیائے انسانیت کو امن و شانتی کا درس دیتا ہے۔ جو انسانیت کی تکریم کرتا ہے۔ جو خدمتِ خلق کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جو حقوق انسانی کی حفاظت کرتا ہے اور معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے غیر مسلموں کو مارنے یا اس کی حق تلفی کرنے والے مسلمان کو زجر و توبیخ کی اور اسے ریاست کی طرف سے سزا دینے کا حکم دیا۔

اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کو کتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

ألا من ظلم معاهداً او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة.

(ابوداؤد، ، كتاب الخراج، باب في تعشير، ۳ : ۱۷۰، رقم : ۳۰۵۲)

”خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اُس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔“

یہ صرف ایک تنبیہ ہی نہیں بلکہ ایک قانون ہے۔ جو حضور نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں اسلامی مملکت میں جاری تھا، جس پر بعد میں بھی عمل درآمد ہوتا رہا اور اب بھی یہ اسلامی دستورِ مملکت کا ایک حصہ ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے:

ان رجلا من المسلمين قتل رجلا من أهل الكتاب، فرفع الي النبي ﷺ، فقال رسول الله ﷺ : أنا أحق من وفي بذمته، ثم أمر به فقتل.

(بيهقي، السنن الكبريٰ، ۸ : ۳۰)

”ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کر دیا اور وہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس فیصلہ کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اہل ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے قاتل کے بارے میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔“

حضور نبی اکرم ﷺ اقلیتوں کے بارے مسلمانوں کو ہمیشہ متنبہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے معاہدین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة وان ريحها توجد من مسيرة اربعين عاما.

(بخاري، الصحيح، كتاب الجزيه، باب إثم من قتل، ۳ : ۱۱۵٤، رقم : ۲۹۹۵)

”جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جنت سے بہت دُور رکھا جائے گا دراصل یہ تنبیہات اس قانون پر عمل درآمد کروانے کے لیے ہیں جو اسلام نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے عطا کیا۔

آپ ﷺ کا اہلِ کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو برتاؤ رہا اس کی بھی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔

حضور رحمت عالم ﷺ کے عہد میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

أنا أحق من أوفي بذمته.

(بیهقي، السنن الكبرىٰ، ۸)

"غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔"

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے انا اکرم من وفی ذمتہ فرمایا۔

اللہ رب العزت کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲ (سورۃ المائدۃ = آیت ۳۲)

ترجمہ: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا۔ اور ایک انسان کی جان کو بچانا پوری انسانیت کی جان کو بچانے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

عالمی سطح پر بھی مذہب اور ملت کی تفریق کے بغیر انسانی زندگی کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ ان حالات میں بیشک ہمیں ایسے تعلیمی نظام اور ایسے معلّمین کی ضرورت ہیں۔ جو ہماری دنیا کے مستقبل کو انسانیت کا درس دے۔ انھیں دنیا میں رہنے والا اور با شعور انسان بنائے۔ انھیں انسانیت کا خدمت گار بنائے۔ اچھائی اور عدل کا علمبردار بنائے۔

اس سلسلے میں رحمت عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہماری بہترین راہ نمائی کرتا ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں ہمیشہ رحمت عالم ﷺ کی اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدمتِ خلق کی اہمیت و افادیت

انسانوں سے محبت و الفت شفقت و پیار اور ضرورت مند انسانوں کی مدد کرنے کو ہر دین اور مذہب میں تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن دین اسلام نے انسانی خدمت کو اخلاقِ حسنہ اور عظیم عبادت قرار دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کو اپنی ایک الگ الگ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے۔ اور یہی فرق و تفاوت اس کائناتِ ہستی کا حسن و جمال ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے انسانوں کو باہمی ہمدردی اور خدمت گزاری کا سبق دیا۔ طاقتوروں کو کمزوروں پر رحم و مہربانی اور امیروں کو غریبوں کی امداد کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی۔ مظلوموں اور حاجت مندوں کی فریاد رسی کی تاکید فرمائی۔ یتیموں، مسکینوں اور لاوارثوں کی کفالت اور سرپرستی کا حکم فرمایا ہے۔

"خير الناس من ينفع الناس"

(کنزالعمال، ج:۸، حدیث نمبر: ۴۲۱۵۴)

"تم میں بہترین وہ ہے جس سے دوسرے انسان کو فائدہ پہنچے"

خدمت خلق، وقت کی ضرورت بھی ہے۔ اور بہت بڑی عبادت بھی ہے۔ کسی انسان کے دکھ درد کو بانٹنا حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔ کسی زخمی دل پر محبت و شفقت کا مرہم رکھنا اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ کسی مقروض کے ساتھ تعاون کرنا اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ کسی بیمار کی عیادت کرنا مسلمان کا حق بھی ہے اور سنت رسول بھی ہے۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا عظیم نیکی اور ایمان کی علامت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا:

"جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دُوری پر کر دے گا اور دو خندق کے درمیان پانچ سو (۵۰۰) سال کا

فاصلہ ہے۔"(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:۷۱۷۲)

دوسروں کو نفع پہنچانا اسلام کی روح اور ایمان کا تقاضا ہے۔ایک اچھے مسلمان کی یہ خوبی ہے کہ وہ ایسے کام کرتا ہے جو دوسرے انسانوں کے لیے فائدہ مند ہوں۔اس نیکی کے ذریعے صرف لوگوں میں عزت واحترام ہی نہیں پاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی درجات حاصل کرلیتا ہے۔پس شفقت و محبت، رحم و کرم، خوش اخلاقی، غمخواری و غمگساری خیر و بھلائی، ہمدردی، عفو و درگزر، حسن سلوک، امداد و اعانت اور خدمت خلق! ایک بہترین انسان کی وہ عظیم صفات ہیں کہ جن کی بدولت وہ دین و دنیا اور آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہوسکتا ہے۔

خدمت خلق کے طریقے

خدمت خلق کسی ایک صورت میں محدود نہیں ہے بلکہ اس کی بے شمار صورتیں ہیں۔مثلاً

۱: پیار و محبت کے ساتھ اچھے اسلوب میں بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔*۲:* اپنے کارو بار اور زراعت وغیرہ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔*۳:* کسی کو اچھا اور نیک مشورہ دینا جس سے مشورہ کرنے والے کا بھلا ہو۔*۴:* کسی بیمار کا علاج کرادینا۔*۵:* کسی بھوکے پیاسے کو کھانا کھلا دینا اور پانی پلا دینا۔*۶:* کسی غریب کی مادی و معاشی مدد کردینا۔*۷:* یتیموں و غریبوں کی شادی کرا دینا۔*۸:* اسباب فراہم کر دینا۔*۹:* کسی حاجت مند کو بنا سود کے قرض دینا۔*۱۰:* کوئی سامان کچھ مدت کے لیے ادھار دینا۔*۱۱:* کسی کو تعلیم دلا دینا۔*۱۲:* ننگے بدن کو لباس فراہم کرنا۔*۱۳:* درخت اور پودا لگا دینا۔*۱۴:* جس سے انسان و حیوان فائدہ اٹھائیں۔*۱۵:* کسی زخمی کی مدد کردینا۔*۱۶:* کسی بھولے بھٹکے کو راستہ بتادینا۔*۱۷:* کسی مسافر کی مدد کردینا۔*۱۸:* کسی کی جائز سفارش کے ذریعہ کوئی مسئلہ حل کردینا۔*۱۹:* کسی کا کام کرنے کے لیے اس کے ساتھ جانا۔*۲۰:* کسی کو گاڑی کے ذریعہ اس کے گھر یا منزل مقصود تک پہنچا دینا۔*۲۱:* اپنے کام کے ساتھ دوسرے کا بھی کام کردینا۔مثلاً اپنا سامان خریدنے گئے دوسرے کا سامان بھی لیتے لائے۔*۲۲:* کسی مظلوم کا حق دلا دینا۔*۲۳:* راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا وغیرہ وغیرہ

غرض کہ خدمت خلق کی بے شمار صورتیں ہیں۔یہاں یہ چیز قابل ذکر ہے کہ خدمت خلق صرف مال و دولت کے ذریعہ نہیں ہوتی ہے۔ہاں جہاں مال و دولت خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں مال خرچ کرنا ہی افضل ہے۔اور یہ عمل صرف مالداروں کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ ایک غریب آدمی بھی یہ کام کرسکتا ہے۔جیسا کہ خدمت خلق کے تحت اوپر ذکر کیے گئے۔

خدمت خلق ایک مقدس جذبہ ہے جس کی تحریک کے لیے کسی رہبر کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک سچا انسان مخلوق کی خدمت کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہے۔بیزار نہیں ہوتا۔

خدمت خلق یہ وہ نیکی ہے جو امن و شانتی اور انس و الفت کے پھول بکھیرتی ہیں اور تسکین قلب کا بہترین عمل بھی یہی ہے کہ ہم اپنی زیادہ تر زندگی خدمت خلق میں گزاریں۔

اللہ رب العزت خدمت خلق کی ترغیب دیتا ہے:

ایک حدیث میں بڑے عجیب انداز میں خدمت خلق کا ذکر آیا ہے۔امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

* اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو تُونے میری عیادت نہیں کی۔بندہ کہے گا: میرے اللہ! تُو تو رب العالمین ہے میں کیسے تیری عیادت کرتا؟ اللہ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی۔اگر تُو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔

* اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھے کھانے کو دیا تھا لیکن میں بھوکا تھا تُو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔بندہ کہے گا: پروردگار! تُو تو رب العالمین ہے میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، تُو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔

* اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھے پانی دیا لیکن میں پیاسا تھا، تُو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔بندہ کہے گا: تُو رب العالمین ہے میں کیسے تجھے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ پیاسا تھا، اگر تُو اسے پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

کتنے ہی حسین پیرائے میں خدمت خلق کے کام کی عظمت کا احساس دلایا گیا ہے تاکہ ہم بھی نیکی کے ان کاموں کی طرف راغب ہوں۔یتیموں اور بیواؤں، فقرا اور مساکین سے۔۔(باقی، ص:۴۱ پر)

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اہلِ علم کی نظر میں

مولانا سراج احمد قادری مصباحی

ترا خاور درخشاں رہے تا ابد فروزاں
تری صبح نور افشاں کبھی شام تک نہ پہنچے

یہ حقیقت اظہرمن الشمس ہے کہ دنیا کبھی بھی نیک، صالح، متقی، عبادت گزار، شب زندہ دار بندوں سے خالی نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ خالی ہوگی، ان صفات سے متصف اللہ کے مقربین، بندگان خدا کو خدا وحدہ لاشریک کی بارگاہ کا مودب ومقرب بنانے کی ہمہ وقت کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ سلسلہ انبیاے کرام سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس دائمی نبوی فیضان کو علماے راسخین اولیاے کاملین، صوفیاے عاملین علی حسب الطاقہ پوری دنیا میں عام وتام کرتے رہتے ہیں، چونکہ یہ حضرات انبیاے کرام کے سچے وارث اور جانشین ہوتے ہیں اور یہ وراثت انھیں اہل کمال کے حصے میں آتی ہے جنہیں خلاق عالم نے علوم ظاہری وباطنی سے کثیر اور وافر مقدار میں فیوضات وکرامات فرماکر معرفت وحقیقت کے زیوروں سے مزین فرمایا ہے۔

انھیں جلیل القدر نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہستی کا نام امام اجل، قطب اکمل، استاذ العلماء، امام الاولیا، عارف باللہ، سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ تواریخ وسیر سے منسلک افراد بخوبی جانتے ہیں کہ شیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار اولیاے کاملین، سرخیل اصفیا، اغواث واقطاب میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت ۱۵/رجب المرجب ۵۱۲ھ، بروز جمعرات مسترشد باللہ عباسی کے زمانہ خلافت میں مقام ام عبیدہ کے "حسن" نامی ایک قصبہ میں ہوئی۔ یہ مقام بطائح میں واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہے۔

آپ نے دین وسنیت کی وہ خدمات انجام دی ہیں جنہیں فراموش کرنا آپ کی عظیم خدمات کو بھلا دینا ہے، مختلف علوم وفنون میں آپ کی تصانیف موجود ہیں، آپ کو مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی مگر جس فن کے ذریعہ آپ کو شہرت ملی وہ تصوف ہے اس فن میں آپ کا انہاک اتنا بڑھا کہ آپ نے اس فن کے اندر ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کر لیا، آپ کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں یہی وجہ ہے کہ سیر وتواریخ کی بے شمار کتابوں میں آپ کا عمدہ تذکرہ ملتا ہے اور آپ کے معاصرین ومتاخرین نے آپ کا ذکر اعلیٰ اوصاف، عمدہ خصلتیں، بلند محاسن ومحامد کے ساتھ کیا ہے۔ ذیل میں چند اہل علم کے اقوال وفرمودات نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

امام اجل سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نور الملۃ والدین لخمی شطنوفی "بہجۃ الاسرار" میں فرماتے ہیں:

"الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی رضی الله تعالیٰ عنه هذا الشیخ من أعیان مشائخ العراق واجلاء العارفین وعظماء المحققین وصدار المقربین صاحب المقامات العلیة والجلالة العظیمة والکرامات الجلیلة والأحوال السنیة والأفعال الخارقة والأنفاس الصادقة صاحب الفتح المونق والکشف المشرق والقلب الأنور والسر الأظهر والقدر الاکبر."

(بهجة الأسرار ومعدن الأنوار، ص: ۲۳۵، مصطفی البابی مصر)

ترجمہ: حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران مشائخ واکابر عارفین واعاظم محققین وافسران مقربین سے ہیں، جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔

حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"السید أحمد سلك إلى الله طریقا أقعب به السالکین وأخرس ألسنته المتکلمین وأقعر فی

دیوان التفتیش المحمدی اهل الدعوی أذل نفسه فعز وأخرها فتقدم وطمس أنانيته استراق النفس والسمح فصار نورا يستضاء به وجبلا ابلق يلتجاء اليه وانه لوجيه الوجه عند الله ورسوله نحن أشياخه بالإسم وهو شيخنا الوقت بالحكم ."

(المجالس الرفاعية،ص:٢٣)

ترجمہ: سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے طریق الی اللہ کے لیے ایسا راستہ اپنایا ہے کہ سالکین اس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں ،اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو ان کی زبانیں ساتھ نہ دیں، انھوں نے اپنے نفس کو تواضع وانکسار کا پیکر بنایا تو اللہ رب العزت نے ان کو معزز ومکرم کردیا، انھوں نے اپنے نفس کو موخر کیا تو پروردگار عالم نے اسے مقدم فرمادیا، انھوں نے اپنی انانیت کو کچل دیا تو رب تعالی نے ان کو ایسا منور کردیا کہ دوسرے لوگ نور پا رہے ہیں، اللہ پاک نے آپ کو ایسا پہاڑ بنایا کہ لوگ اس کی پناہ لے رہے ہیں، آپ، اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے وجاہت ومرتبت والے ہیں ،ہم بظاہر ان کے شیخ ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے شیخ ہیں۔

امام شہاب الدین ابو الفلاح عبد الحی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی الدمشقی فرماتے ہیں:

"وكان متواضعا سليم الصدر مجردا من الدنيا،ما ادخر شيئا قط. "(شذرات الذهب،٤٢٩، ج:٦،دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: آپ تواضع اختیار کرنے والے آلودگیوں سے پاک سینہ والے تھے دنیا سے بے نیاز تھے، آپ نے کبھی بھی ذخیرہ اندوزی نہ کی۔

حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كل الأصحاب يفتخرون بمشايخهم إلا أنا فانى افتخر بالسيد احمد الرفاعی ،ويحق له ان يفتخر بهذا الإمام الذى أيد الله به السنة وأحيا به الطريقة ،وأعلى به منارة الحقيقة."

(ارشاد المسلمین لطریقة شیخ المتقین،ص:٨)

ترجمہ: سب لوگ اپنے مشائخ پر فخر کرتے ہیں مگر میں سید احمد رفاعی پر فخر کرتا ہوں ،اور ان کی ذات یقینا فخر کے لائق ہے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سنت کو تقویت بخشی، طریقت کو زندہ فرمایا، اور حقیقت کے منار کو بلند فرمایا۔

نیز فرمایا:

"لو لا سر الامتثال لأخذت عنه،ولا ريب أنا شيخه فى الصورة، وهو شيخى فى المعنى".

(المجالس الرفاعيه،ص:٢٣)

ترجمہ: اگر سر امتثال نہ ہوتا تو میں سید احمد سے بیعت ہوتا، اس میں شک نہیں کہ میں ان کا صورۃً شیخ ہوں مگر حقیقتاً وہ میرے شیخ ہیں۔

قطب ربانی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"إن لله عبدا متمكنا فى مقام عبديته،يمحو اسم مريده من ديوان الأشقياء، ويكتبه فى ديوان السعداء". (المعارف المحمدية .ص:٤٩)

ترجمہ: اللہ رب العزت کا ایک بندہ (سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ) ہے جو مقام عبدیت پر متمکن ہے۔ جو اپنے مریدوں کا نام بدبختوں کی فہرست سے ہٹا کر نیک بختوں کی فہرست میں درج کردیتا ہے۔

امام رافعی قاضی ابو شجاع شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كان السيد أحمد الرفاعى علما شامخا،وجبلا راسخا،وعالما جليلا، محدثا فقيها، مفسرا، ذا روايات عاليات،واجازات رفيعات ، قارئا مجودا، حافظا مجيدا، حجة رحلة ، متمكنا فى الدين اعلم اهل عصره بكتاب الله وسنة رسوله ،واعملهم بها بحرا من بحار الشرع، سيفا من سيوف الله، وارثا اخلاق جده رسول الله صلى الله عليه وسلم".

(المعارف المحمدية،ص:٤٤)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ شخصیت ،جبل راسخ، عالم جلیل، محدث فقیہ مفسر، صاحب روایات عالیہ واجازات رفیعہ، عمدہ قاری قرآن، اچھے حافظ قرآن، حجت کاملہ، دین پر مضبوطی سے کاربند ،اپنے ہم عصروں میں کتاب وسنت کے سب سے بڑے عالم وعامل ،بحر شریعت ،سیف اللہ اور اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کے سچے وارث تھے۔

مورخ ابن اثیر جزری رقم طراز ہیں:

"كان صالحا ذا قبول عظيم عند الناس ، وعنده من تلاميذه ما لا يحصى".

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرد صالح اور عوام وخواص کے مابین حد درجہ مقبول تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

فقیہ صلاح الدین صفدی فرماتے ہیں:

”الامام القدوۃ العابد الزاھد،شیخ العارفین“.

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ امام وپیشوا، عابد وزاہد اور اہل اللہ کے شیخ تھے۔

محدث عبدالسمیع ہاشمی واسطی فرماتے ہیں:

”کان السید احمد أیة من أیات اللہ،معجزۃ من معجزات رسول اللہ ﷺ ،کان طریقه الکتاب والسنة ، کان فعالا ولا قوالا، لو رایته رأیت کل السلف، ولیس علی اللہ بمستنکر أن یجمع العالم فی واحد. “(المعارف المحمدیه،ص:۴۹)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصلاح وتزکیہ کا طریق کار کتاب وسنت سے ماخوذ ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمل کے دھنی تھے نہ کہ قول کے۔ اگر تم نے انھیں دیکھ لیا تو گویا تمام اسلاف کو دیکھ لیا۔ اور اللہ کی ذات سے یہ کچھ بعید نہیں کہ ایک شخص واحد میں پوری دنیا کو سمیٹ دے۔

شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

”وزنته بجمیع أصحابی وبی ایضا،فرجحنا جمیعا“.

ترجمہ: میں نے اپنے جملہ اصحاب اور خود سے آپ کا موازنہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے بالاتر پایا۔

ابن خلکان فرماتے ہیں:

”کان رجلا صالحا ،فقیها شافعی المذهب“ .

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرد صالح اور شافعی المذہب فقیہ تھے۔

ابن عماد حنبلی کہتے ہیں:

”الشیخ الزاھد القدوۃ“

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ، زاہد اور امام تھے۔

ابن قاضی شہبہ،حیث ذکرہ فی طبقات الشافعیة وعدہ من فقهائهم.

ترجمہ: ابن قاضی شہبہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں کیا اور شافعی فقہا میں آپ کو شمار کیا۔

امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

”الشیخ الزاھد الکبیر، أحد أولیاء اللہ العارفین والسادات المشمرین، أھل الکرامات الباھرات.“(طبقات الشافعیه،ج:٤،ص:٤٠)

ترجمہ: آپ عظیم زاہد اور بلند پایہ اولیاے عارفین اور بڑے درجہ کے سید اور واضح کرامتوں کے حامل ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے:

”ھو الغوث الأکبر والقطب الأشھر، احد أرکان الطریق وأئمة العارفین الذین اجتمعت الأمة علی إمامتهم واعتقادهم.“(لواقح الأنوار،ج:١)

ترجمہ: آپ غوث اکبر، مشہور زمانہ قطب اور ان اصحاب طریقت اور ائمہ عارفین میں سے ایک ہیں جن کی امامت اور عقیدت امت کے نزدیک مسلم ہے۔

حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”ان کا اخلاق سرتاپا شریعت اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور ان کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول ہے۔ انھوں نے سب کچھ چھوڑ کر سب کچھ پالیا (یعنی رضاے الٰہی کی خاطر کائنات کو چھوڑا تو رب کو پالیا اور جب رب مل گیا تو سب کچھ مل گیا)۔“

(سیرت سلطان الاولیا، ص:۲۰۰ ملخصًا)

ولی کبیر حضرت سیدنا ابراہیم ہوازنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”میں سید احمد کبیر کی کیا تعریف کرسکتا ہوں۔ ان کے جسم کا ہر بال ایک آنکھ بن چکا ہے جس کے ذریعہ وہ دائیں بائیں، مشرق ومغرب ہر سمت میں دیکھتے ہیں“۔(سیرت سلطان الاولیا، ص:۲۰۰ ملخصًا)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آپ کا شمار اقطاب اربعہ سے یعنی ان چہارم میں جو اقطاب میں اعلیٰ وممتاز گنے جاتے ہیں۔ اول حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سید ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔“(فتاوی رضویہ، ص۵۵۰، ج:۲۱، جدید)

استاذ تاج الشریعہ حضرت مفتی

غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا محمد اختر علی واجد القادری

حضرت ملک العلما نے اپنے علوم وفنون کا دریا جن تشنگان علوم پر بہایا، اُن آسمان علوم وفنون کے تابندہ ودرخشاں ستاروں میں پیکر رشد وہدایت ، تاجدارِ علم و حکمت ، ،ماہر درسیات ، فاضل و کامل منطق وفلسفہ ،شمس العلما، الحاج ،الشاہ ، حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی کسیاروی، محدث بہار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مفتی اعظم مہاراشٹر، سابق صدر مفتی دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی و سابق شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کی ذات گرامی دنیائے علم وفن میں تابندہ و درخشندہ ہے۔

تاریخ پیدائش وجاے پیدائش:

مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ ولادت اُن کے پاسپورٹ کے مطابق ۲۴/ جولائی ۱۹۳۵ء بروز بدھ، ۲۳/ ربیع الآخر ۱۳۵۴ھ ہے، وہ صوبہ بہار کے ایک مردم خیز ضلع کشن گنج، پوٹھیا بلاک کے کوسیاری پنچایت کے کوسیاری شریف گاؤں میں عالی جناب مرحوم ومغفور خادم علی صاحب کے گھر پیدا ہوئے، کوسیاری شریف یوں تو ایک گاؤں ہے مگر اُس کا رقبہ کسی قصبہ سے کم نہیں، اس گاؤں میں بڑے بڑے سیاسی وعلمی شخصیتوں نے جنم لیا، راقم بھی اسی پنچایت سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ فی زمانا وہ گاؤں جہاں، کھیت، کھلیان، باغ باغیچہ ،پیڑ پودے، وغیرہ کی وجہ سے ہرا بھرا ہے، وہیں علم وفن، سیاست و سیادت سے معروف ومشہور ہے۔

اسم گرامی:

پیدائش کے بعد والد گرامی نے ’’فضل الرحمن‘‘ نام رکھا ،بڑے ہوئے تو انھوں نے اپنا نام غلام مجتبیٰ رکھا، بیعت کے بعد اُس میں ’’اشرفی ‘‘کا اضافہ فرمایا، ان کے زمانے کے اجلہ علما کرام انھیں ’’شمس العلما، محدث بہار‘‘ کے القابات سے یاد کرتے تھے، ان کے فتاویٰ اُس دور کے اخباروں میں چھپتے تھے، جن کے تراشے راقم کے پاس موجود ہیں، اُن تراشوں سے معلوم ہوا کہ اُس دور کے اخباروں میں انھیں ’’مفتی اعظم مہاراشٹر‘‘ لکھا جاتا تھا۔

خاندانی حالات:

شہزادۂ گرامی، حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی صاحب قبلہ نے راقم الحروف کو بتایا:

’’آپ کے والد گرامی عالی جناب مرحوم خادم علی کوسیاری گاؤں کے بڑے زمین دار، دین دار متقی و پرہیز گار، علما و مہمان نواز، مشائخ کرام کے قدرداں وخدمت گزار تھے۔ شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن ہی تھا کہ آپ ،والدہ محترمہ کی شفقت سے محروم ہوگئے ،بچپن ہی میں والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ مرحوم خادم علی جامع مسجد کوسیاری کے اہم ذمہ دار تھے ، امانت ، دیانت داری اور دینداری میں مشہور تھے، اسی لیے آپ کو مسجد کے خزانچی کا عظیم عہدہ دیا گیا۔ آپ اُسے تاحیات بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، آپ زمیندار اور کسان ہونے کے باوجود نمازِ پنج وقتہ کا اہتمام کرتے اور بعد نمازِ فجر تلاوت قرآن آپ کا معمول تھا۔ سیرت کی کتابوں کا مطالعہ بھی آپ کی عادت میں شامل تھا، آپ با اخلاق خداترس انسان تھے ۔کثیر العیال ہونے کے باوجود خوشحال زندگی بسر کرتے ، وقت کے بڑے کسان اور بڑے تاجر کی حیثیت سے پورے علاقے میں پہچانے جاتے ، آپ کی زندگی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور اسلامی اصولوں کے مطابق گزری، الحمد للہ جناب خادم علی صاحب مرحوم کی تمام اولاد صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں ،جس کا ایک نمونہ شمس العلما کی شکل میں ہے، پھر حضرت شمس العلما نے دنیاے سنیت کو علما، صلحا، مفتیان کرام اور شیخ الحدیث کی شکل میں اس انعامِ خداوندی کو تقسیم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شمس العلما کو دنیاے سنیت کے تمام اکابر علماے کرام یاد کرتے ہیں اور آپ کا فیضان علم صدقہ جاریہ بن کر آپ کی روح کو پہنچا رہا ہے۔

جناب مرحوم خادم علی کا پہلا نکاح تفیذا خاتون سے ہوا جن

سے دو اولاد (۱) حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (۲) محترمہ میمونہ خاتون جو، اب بھی بقید حیات ہیں ۔ محترمہ میمونہ بھی اپنے والد کی طرح صوم وصلوٰۃ کی پابند ہیں، اب جب کہ عمر کے آخر حصے میں ہیں پھر بھی صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتی ہیں۔

مرحوم جناب خادم علی کی پہلی اہلیہ کے وصال کے بعد نکاح ثانی میں محترمہ سلمہ خاتون تشریف لائیں جو حضرت شمس العلما کی سوتیلی ماں بنیں، جن کے بارے میں اہل خانہ کا بیان ہے کہ محترمہ مرحومہ سلمہ خاتون کی شفقت و محبت اس قدر رہی کہ شمس العلما کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ آپ کی سگی ماں نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شمس العلما کو پرہیزگار و دیندار گھرانے میں پیدا فرمایا کیونکہ ان سے دین ومذہب کی نشر واشاعت کا کام لینا تھا اور، دین وسنیت کا علم بلند کرانا تھا، اکناف عالم میں دینی علوم کی تبلیغ وتشہیر کے لیے ایک جماعت تیار کرانا تھا، مرحوم جناب خادم علی صاحب کے دونوں نکاح سے کل ۹/ اولاد ہوئی، جس کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) میمونہ خاتون (۲) حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۳) ہاجرہ خاتون (۴) محمد صفی الرحمن (۵) محمد عارف حسین (۶) آسیہ خاتون (۷) ناظرہ خاتون (۸) ساخرہ خاتون (۹) ساجدہ خاتون (براویت حضرت مثنیٰ میاں قبلہ)

تعلیم وتربیت:

شہزادۂ شمس العلما حضرت مولانا محمد مثنیٰ اشرفی نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک بار مفتی صاحب نے ان کو بتایا:

”پانچ سال کی عمر میں دادا نے والد صاحب کو بستی کے مدرسہ نور الاسلام میں داخلہ کرایا، اور وہیں سے ان کا تعلیمی سفر شروع ہوا، روزانہ بلا ناغہ مدرسہ جانے کی تاکید ہوتی تھی، مدرسہ میں مفتی صاحب کو جو سبق ملتا ، رات میں اسے اچھے سے یاد کر لیتے، دادا رات میں اس وقت تک کتاب بند کرنے نہیں دیتے جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ دیتے کہ سبق یاد ہو گیا ہے، انھیں کھیل کود کی اجازت نہیں تھی، چند ماہ میں قاعدہ، عم پارہ اور ناظرہ قرآن مکمل کر لیا، دو تین سال میں اردو، اور فارسی کی پہلی، دوسری، آمد نامہ، چہل سبق وغیرہ مکمل ہونے تک یہیں پڑھا، جب انھوں نے اردو اور فارسی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تو دادا نے ان کا داخلہ اس دور کے مشہور تعلیمی ادارہ، ضلع کشن گنج بہار میں واقع ”مدرسہ عارفیہ“ چنامنا میں کرایا، یہاں استاذ العلما حضرت علامہ حافظ وقاری الحاج مفتی نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اکتساب فیض کیا، ان سے کچھ ہی عرصہ میں گلستاں، بوستاں، میزان منشعب، پنج گنج، نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ، قدوری، شرح جامی اور شرح وقایہ وغیرہ تک کی تعلیم حاصل کر لی۔

پھر ان سے اجازت لے کر امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کے تلمیذ خاص، ملک العلما، حضرت مفتی سید ظفر الدین بہاری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے اور ان کی آفاقی درسگاہ ”دار العلوم بحر العلوم“ کٹیہار (بہار) میں کئی سالوں تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ شمس العلما کے ایک قابل شاگرد حضرت مفتی مطیع الرحمن اشرفی دار الافتاء گجرات کے بقول:

” حضرت شمس العلما نے ملک العلما سے ملا حسن، نور الانوار، توضیح وتلویح وغیرہ پڑھی۔“

حضرت مولانا مثنیٰ اشرفی نے ایک ذخیرہ سے راقم الحروف کو حضرت شمس العلما کی طرف سے جاری ہونے والی سند حدیث کی زیارت کا شرف بخشا، اُس میں شمس العلما نے سند حدیث کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

اعلموا ایھا الاخوان، أنی قد قرائت "صحیح البھاری" من الأحادیث النبویه وغیره من الکتب الدرسیة ،فی مدرسةبحر العلوم ببلدة کتیھار علیٰ رؤس الأشھاد بین رفقاء الدرس علی شیخ الزمان ، ملك العلما محمد ظفر الدین علیه الرحمة و الرضوان“

(سند حدیث راقم کے پاس محفوظ ہے)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شمس العلما نے حضرت ملک العلما سے حدیث شریف بھی پڑھی ہے تبھی تو انھوں نے اپنی سند حدیث میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی سند حدیث میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”میں ایک واسطہ سے امام اہل سنت کا شاگرد ہوں۔“

مفتی مطیع الرحمن اشرفی صاحب کے بقول: ”حضرت ملک العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں فیض حاصل کرنے کے بعد، شمس العلما اس زمانے کا معروف ومشہور، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کا قائم کردہ ادارہ ”دار العلوم منظر اسلام“ بریلی شریف پہنچے اور داخلہ لیا۔ منظر اسلام میں بحر العلوم حضرت مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقہ وحدیث منطق وفلسفہ،

فلکیات وتوقیت وغیرہ کی بڑی شہرت تھی۔شمس العلما نے کچھ ہی عرصہ میں اپنی ذہانت وفطانت کی وجہ سے بحرالعلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص شاگردوں میں مقام بنالیا علامہ مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انھیں اپنی خصوصی توجہ سے علم وفن کا ماہ کامل بنادیا۔شمس العلمانے حضرت بحرالعلوم کے زیرشفقت کتب بینی وشب بیداری میں سخت محنت کی۔کبھی کبھی بحرالعلوم دیررات محاسبہ کے لیے تشریف لاتے توعزیزترین شاگرد کو مطالعہ میں غرق پاتے ۔ اسی جد وجہد سے شمس العلما نے نصاب کی بقیہ کتبِ معقولات ومنقولات کی تعلیم حاصل کی۔“

فراغت:

راقم الحروف کے سامنے حضرت مولانا مثنیٰ اشرفی نے شمس العلما کے مشربی برادر، رفیق علمی سفر، سرپرست دعوت اسلامی ہند حضرت مفتی الحاج محمد عبدالحلیم اشرفی سے ٹیلیفونک گفتگوکی، مفتی صاحب نے بتایا کہ ”میرے اورشمس العلما کے سرپرعالم اسلام کا مستند ادارہ ’دار العلوم منظراسلام‘ بریلی شریف کے شہ نشین پر اجلہ اکابر علماومشائخ کے ہاتھوں ۱۹۵۸ء میں تاج فضیلت رکھا گیااور اکابر ومشائخ وعلماے کرام کی دعاؤں کے ساتھ ہم اپنے مادرِعلمی سے فارغ ہوئے۔“

مذکورہ بالاتفصیلات کی روشنی میں یہ کہاجاسکتاہے کہ شمس العلما مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی محدث بہار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکمل ۲۳سال کی عمر تک مختلف اعاظم اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض حاصل کرتے رہے۔

انھوں نے جن قابل اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی ہے، اُن کی فہرست یقینا بہت لمبی ہوگی مگر ہمیں اس کی مکمل تفصیل نہیں مل پائی، کوشش جاری ہے کہ تمام اساتذہ کی مکمل فہرست مل جائے اور مجھے یقین ہے کہ ان کے ذخیرہ میں کہیں نا کہیں اساتذہ کی فہرست بھی مل جائے گی۔

اساتذۂ کرام:

شمس العلما کے جن اساتذہ کے نام مل پائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ملک العلما، حضرت مفتی محمدظفر الدین محدث بہاری رضوی (۱۸۸۰ء/۱۹۷۷ء)(۲)حضرت حافظ وقاری الحاج مفتی محمد نصیرالدین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۱۸۷۸ء/۱۹۹۷ء) (۳)علامہ احسان علی مظفرپوری، سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی (۴)بحرالعلوم علامہ سید افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۱۹۱۹ء/ ۱۹۸۲ء) بریلی شریف۔ (۵) مفتی محمد احمد جہانگیر خان اعظمی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۳۵۱ھ)(۶) علامہ سلیمان اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ (۱۹۱۰ء/۱۹۷۷ء) (۷)علامہ محمد ابراہیم رضاخان علیہ الرحمہ(۱۹۰۶ء/ ۱۹۶۵ء)بریلی شریف

رفقاے درس:

شمس العلما کے اساتذہ اپنے زمانے کے آسمان علم وفن کے تابندہ شمس وقمر تو تھے ہی، ان کے رفقاے درس بھی نہایت باذوق طالبین علوم نبوت وفضلاے وقت تھے جوملی ومذہبی قائدین ومحققین کی حیثیت سے جانے مانے جاتے رہے ہیں، چندنام پیش خدمت ہے

▪امام علم وفن علامہ خواجہ مظفرحسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ▪امام النحو مفتی محمد بلال احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(بہار) ▪ مفتی محمد عبدالحلیم رضوی مظفرپور(بہار)

نکاح:

شمس العلما کے استاذ حضرت مولانا، حافظ، قاری، الحاج، مفتی محمد نصیرالدین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایماوحکم سے رئیس اعظم چیناماناکشن گنج بہار، کے مرحوم عیدوحسین کی دخترنیک اختر مسماۃ ”نورصباخاتون“ سے تقریبًا ۱۹۶۰ء میں نکاح ہوا۔ماشاء اللہ بہت صابرہ وشاکرہ ہیں، شہزادۂ شمس العلما، مولانا محمد مثنیٰ اشرفی کے ساتھ عمرہ کے لیے گئیں اور یوں وہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئیں۔اللہ تعالیٰ موصوفہ کوفیضان شمس العلماسے صحت وتندرستی عطافرمائے۔

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے شمس العلما کودولت علم وعمل، زہد وتقویٰ، پاکیزگی و پارسائی، حلم وصبراور توکل علی اللہ کے ساتھ اولادکی نعمتوں سے بھی خوب مالا مال فرمایا، شہزادۂ شمس العلما کے مطابق آپ کی کل ۱۰/اولاد میں دوشہزادے بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کوپیارے ہوگئے اور مابقیہ ۸/اولاد ابھی بقیدحیات ہیں، ذیل میں دسوں کے نام درج کیے جاتے ہیں :

(۱) محمد اوّل (۲) محمد مثنیٰ اشرفی (۳) محمد سمنانی (۴) محمد یزدانی (۵)محمد رحمانی (۶) شگفتہ بیگم (۷) شہلا بیگم (۸) افروختہ بیگم (۹) رضوانہ بیگم (۱۰) فرزانہ بیگم۔

تدریسی خدمات:

دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف: دارالعلوم منظراسلام بریلی شریف ۱۹۰۴ء ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا، حضرت ملک العلما

اوران کے ایک ہم وطن دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی سے اُس کا افتتاح ہوا، ان حضرات نے اپنے حلقہ احباب میں خطوط لکھ لکھ کر لوگوں کو منظر اسلام کی طرف متوجہ کیا، جس کے نتیجہ میں بہار وغیرہ کے طلبہ نے جوق در جوق آکر منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ (جہاں ملک العلماص ۷۱۰)

واقعہ یہ ہے کہ شمس العلما جب منظر اسلام سے ۱۹۵۸ء میں فارغ ہوئے تو فراغت و دستار بندی کے بعد دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم اعلیٰ، شہزادۂ حجۃ الاسلام حضرت علامہ ابراہیم رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت بحر العلوم کی ایما پر دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کے لیے منتخب فرمالیا۔ اس دور میں آپ نے غالباً تین سال تک مسند تدریس کو زینت بخشی، اس کے بعد اپنے وطن چلے گئے اور وہاں ایک بہترین ادارے کے قیام کے لیے لوگوں کی ذہن سازی کی، بڑی محنت ومشقت کے بعد سن ۱۹۶۱ء میں جامعہ اشرفیہ پوٹھیا قائم کیا۔

یہاں آپ تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کر ہی رہے تھے کہ بریلی شریف سے حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کا حکم نامہ آیا کہ بریلی شریف برائے تدریس حاضر ہو جائیں، استاذ کا حکم نامہ پاتے ہی دوبارہ بریلی شریف تشریف لے گئے۔ منظر اسلام میں آپ نے بڑی آن بان شان کے ساتھ درس وتدریس میں کمال کا شہرہ حاصل کیا، یکے بعد دیگرے آپ کی کئی بار تقرری ہوئی اورآپ ہر باراپنے بحر علم سے تشنگان علوم نبویہ کو خوب سیراب فرماتے رہے، وصال سے قبل بھی آپ یہاں شیخ الحدیث اور مفتی رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ جہاں بھی رہتے، اپنے مرشد طریقت، حضرت شاہ، سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ سرکار کلاں سے برابر رابطے میں رہتے، جس ادارے سے رخصت ہونا ہوتا اور جس ادارے کی مسند تدریس کو زینت بخشنا ہوتا، اس معاملہ میں آخری فیصلہ اپنے مرشد کی اجازت سے ہی کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور تدریس میں کبھی بھی جگہ کے تعلق سے پریشاں نہیں ہوئے، شمس العلما ایک ادارہ میں استعفیٰ دیتے تو دوسرے ادارہ والے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیتے، ان کی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے بتاتے ہیں کہ جب کسی ادارہ سے چلے جاتے تو ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اُس ادارے میں آپ کے آنے جانے پر ارکان ادارہ کی دل شکنی ہوئی ہو بلکہ آپ رہیں یا نہ رہیں ہمیشہ یکساں مقبول ومحبوب نظر ہوا کرتے، شاید اس لیے منظر اسلام بریلی شریف میں یکے بعد دیگرے کئی بار اور مدرسہ اسلامیہ محمدیہ حنفیہ امروہہ میں دو بار رہے۔

۲۸/ جنوری ۲۰۱۹ء کو خلیفہ حضرت مفتی اعظم ہند مفتی بشیر الدین رضوی صاحب سے ملاقات ہوئی اور اُن کو جب میں نے کمپوز شدہ مسودہ دکھایا تو انھوں نے منظر اسلام کے دور سے متعلق بڑے وثوق سے بتایا کہ "حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منظر اسلام میں ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۵ء تھے اور اُن کا یہ تیسرا دور تھا، موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اِس بار امروہہ سے تشریف لائے تھے۔"

شمس العلما کے ایک دوسرے شاگرد مولانا محمد فاروق عالم رضوی مقیم حال میراروڈ سے مورخہ ۱۶/ فروری ۲۰۱۹ء کو راقم الحروف نے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ: "میری فراغت ۹/ جون ۱۹۷۴ء میں ہوئی اور میں نے حضرت سے تقریباً دو سال پڑھا ہے"

اس سے واضح ہے کہ آپ مذکورہ مدت میں وہاں کے صدر المدرسین رہے۔ البتہ منظر اسلام میں شمس العلما کا آخری دور ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۲ء بحیثیت شیخ الحدیث رہا، یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور ان کی آئی ڈی سے بھی ثابت ہے۔

مدرسہ اشرفیہ پوٹھیا: رضا جامع مسجد، پوٹھیا بازار کے خطیب و امام حضرت مولانا محمد الیاس رضوی نے راقم الحروف کو بتایا کہ ۱۹۶۱ء میں شمس العلماء کے خود کا قائم کردہ ادارہ ہے جس میں آپ تقریباً ڈیڑھ سال رہے۔ یعنی حضرت شمس العلما پوٹھیا میں سال ڈیڑھ سال رہے، ادارہ کے بورڈ پر جو تاریخ قائم شدہ ۱۹۶۱ء لکھی ہے ممکن ہے کہ وہ بعد میں لکھی گئی ہو کیوں کہ ممبر سازی اور عہدہ کی تقسیم کا کام بڑا سخت ہوتا ہے اور جب فائنل ہوتا ہے عموماً وہی تاریخ لکھی جاتی ہے۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی: راقم الحروف نے حیات شمس العلما کی تحقیق وترتیب کے دوران، جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار، مرادآباد، یوپی کے شعبہ تخصص فی الفقہ میں زیر تعلیم، جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ میراروڈ ممبئی کے سابق طالب علم، عزیزم مولانا محمد عین الحق رضوی نعیمی سلمہ سے کہا کہ مذکورہ ادارہ میں شمس العلما کی مدت قیام کے تعلق سے وہ معلومات حاصل کریں تو انھوں نے وہاں کا رجسٹر دیکھ کر بتایا کہ جامعہ نعیمیہ کے ریکارڈ کے مطابق شمس العلما دو سال (۱۳۹۰ھ تا ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۰ تا ۱۹۷۲ء) درجہ عالیہ کے طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے اور یہاں کی مسند شیخ الحدیث کو بھی زینت بخشا۔

مدرسہ اسلامیہ محمدیہ حنفیہ محلہ

شاہی چبوترہ، امروهه، یوپی

حضرت مفتی محمد اجمل حسین سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید، مدرسہ اسلامیہ محمدیہ حنفیہ، محلہ شاہی چبوترہ، امروہہ کے موجودہ صدر المدرسین وشیخ الحدیث، شمس العلما مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، حضرت مفتی محمد شاہد حسین اجملی، مد ظلہ العالی والنورانی سے راقم کی ۱۰/ نومبر ۲۰۱۸ء کو ایک بجے دن میں ٹیلیفونک گفتگو ہوئی، موصوف نے بتایا :

”حضرت شمس العلما نے، مدرسہ اسلامیہ محمدیہ حنفیہ محلہ شاہی چبوترہ امروہہ میں ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۵/۱۹۷۶/۷۷ تک مسند صدر المدرسین وشیخ الحدیث کو سرفراز فرمایا، اُسی دور میں، میں نے حضرت سے بہت کچھ حاصل کیا، میرے اساتذہ میں حضرت کا مقام بہت بلند اور عظیم المرتبت ہے، آپ سے میں نے وہ تمام چیزیں حاصل کیں جو دوسری جگہوں سے نہیں ملیں، اللہ پاک حضرت کی مرقد پر کروڑوں انوار و تجلیات کی بارش فرمائے کہ وہ مجھ پر بہت شفیق تھے، مجھے بڑی توجہ سے پڑھاتے، میرے ہر اعتراض کا جواب اطمینان بخش دیتے، میں بعض مقامات پر خوب اعتراض کرتا تھا اور حضرت اُس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے بلکہ جب بھی اعتراض کرتا، وہ بہت خوش ہوتے تھے۔“

آپ نے اُن دونوں دورِ تدریس میں کم و بیش ۵ سال خدمات انجام دیں اور وہابیت کے اس گڑھ میں عظیم داعی و مناظر بن کر وہابیوں کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی ۔

جامع اشرف، کچھوچھہ شریف: شمس العلما حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع اشرف کچھوچھہ شریف میں کتنے سال رہے، اس تعلق سے راقم الحروف نے جب تحقیق شروع کی تو مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی سے رابطہ کیا، اُن کے ایما پر جامع اشرف کے مدرس مفتی نذر الباری اشرفی سے رابطہ کیا، انھوں نے ایک ہفتہ کے بعد پرانے رجسٹروں کو دیکھ کر راقم کو بتایا کہ ”پرانے رجسٹروں کے مطابق ”جامع اشرف“ کچھوچھہ شریف میں، ۱۹۷۸ تا ۱۹۷۹ء کے دوران، تقریباً دو سال شیخ الحدیث کی حیثیت سے رہے اور آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے شیخ الحدیث بھی ہوئے۔“

دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی: حضرت شمس العلما کے شاگرد اور دار العلوم دیوان شاہ کے موجودہ ممتاز مدرس و نائب شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عرفان عالم اشرفی کے توسل سے، گنا باڑی، علاقہ اسلام پور، ضلع اتر دیناجپور مغربی بنگال کے مولانا جمال احمد صاحب سے راقم کی ۱۹/ اگست ۲۰۱۷ء کو ٹیلفونک گفتگو ہوئی، مولانا موصوف کے مطابق حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی میں ۱۹۸۱ء میں تشریف لائے اور ۱۹۹۹ء تک تقریباً اٹھارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دِیے۔

راقم نے اُس زمانے کے کچھ اخباروں کے تراشے شمس العلما کے شاگرد حضرت مولانا عبد الرشید بھیونڈی سے حاصل کیے، اخباروں کے مطابق حضرت شمس العلما نے بھیونڈی کے دور میں صلح کلیوں اور سیکولرازم کی آڑ لے کر ہندو مسلم اتحاد کے نام پر مسلمانوں کا دیوالی وغیرہ کی تقریب میں جانے کے رواج کو ختم کرنے میں فاروقی کردار ادا کیا، آپ عدیم الفرصت ہونے کے باوجود ملت اسلامیہ کے ایمان و عقائد کی حفاظت کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہے، وہ لوگ جو ہندوؤں کے مراسم و تہواروں میں شرکت کو جائز و حلال سمجھتے تھے، ان کے تجدیدِ ایمان و نکاح کا شرعی حکم بیان کیا، پورا شہر حضرت کے فتویٰ سے سکتہ میں آ گیا، پولس ڈپارٹمنٹ کے ہر سوال کا جواب بھی دیا، اور اپنے فتویٰ پر اٹل رہے۔

اندازِ تدریس :

حضرت مفتی مطیع الرحمن نعیمی اشرفی نے لکھا ہے کہ: ” استاذی حضرت شمس العلما کو تدریس و تفہیم پر بڑی مہارت و کمال حاصل تھا۔ کوئی بھی کتاب ہو، بڑی آسانی سے طلبہ کے دل و دماغ میں اتار دیا کرتے تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ مشکل الفاظ کا پہلے معنی و مطلب بتاتے پھر پورے سبق کا مفہوم آسان انداز میں سمجھاتے، جب طلبہ کی سمجھ میں پورے طور پر آجاتا تب اخیر میں ترجمہ فرما دیتے، ایسا لگتا تھا گویا کہ الجھے ہوئے دھاگے کا سرا پکڑ کر کھینچ رہے ہیں جو بآسانی نکل رہا ہے۔ عبارت کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں آجاتا۔ تفہیم کا ایسا عمدہ انداز ہوتا کہ جو بھی سبق میں سوال ہو سکتا خود ہی سوال کر کے جواب دے دیا کرتے پھر بھی طلبہ سوالات کرتے تو ان کا حوصلہ بڑھا کر سوال کرنے کا موقع دیا کرتے۔

استاذی حضرت شمس العلما کی آواز بحمدہ تعالیٰ نہایت گرج دار، بہت بلند تھی۔ جہاں درس دیتے چاروں طرف دور دور تک آواز گونجتی تھی۔ ماشاء اللہ ذہن اتنا قوی تھا کہ گذشتہ ہفتے میں کیا کیا پڑھایا، سب بتاتے تھے۔ شرح تہذیب، ہدایۃ الحکمۃ، قطبی، ملاحسن، توقیت، فرائض وغیرہ کا اِس طرح درس دیتے گویا سب کتابیں ان کو زبانی یاد ہیں۔ علم الحساب، فلکیات، جیومیٹری، جغرافیہ کا گہرا علم تھا۔ اسکول کے دسویں، بارہویں

کے لڑکوں کو حساب اور جومیٹری بتایا کرتے تھے۔زمین کی پیمائش بیگھ ،کاٹھا، دھور پر بھی خوب مہارت حاصل تھی۔یہ سب کا حساب اتنی جلدی کیا کرتے گویا جمع، نفی کا حساب کر رہے ہیں۔

استاذی حضرت شمس العلما کی تحریر نہایت خوبصورت موتی کی طرح چمکتی۔کتابت کے قواعد کے مطابق تحریر ہوتی تھی۔اگر اس کو چھاپ دیا جائے تو ایسا لگے گا کہ کسی کاتب کی کتابت ہے۔اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم وفنون سے نوازا تھا۔اب افسوس ہوتا ہے کہ کاش حضرت استاذِ گرامی سے اُن علوم کو سیکھ لیا ہوتا تو بہت اچھا رہتا لیکن اب کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

طلبہ پر شفقت و مہربانی :

حضرت مفتی مطیع الرحمن نعیمی اشرفی نے لکھا ہے کہ استاذی حضرت شمس العلما طلبہ کے ساتھ نہایت شفقت فرمایا کرتے ۔ ان کی تعلیم و تربیت اور صحت کا بڑا خیال رکھتے ۔ فضول خرچی میں طلبہ کی عادت خراب نہ ہو،اس لیے علاقے کے تمام لڑکوں کے روپے حضرت کے پاس جمع رہتے ضرورت پر خرچ کے لیے دیا کرتے۔ جب روپے ختم ہوجاتے تب فاضل دیا کرتے۔حضرت شمس العلما کے پاس ایک رجسٹر تھا جس پر طلبہ کے آمد وخرچ کا حساب لکھا کرتے ہر ورق پر طالب علم کا نام پورا پتا لکھا ہوتا تھا۔اس کے نیچے اس طرح چند خانے بنے ہوتے تھے۔تاریخ، رقم جمع، رقم خرچ، باقی رقم، فاضل طالب علم کا دستخط۔جمع رقم کے خانہ میں خود دستخط کیا کرتے۔جس کی رقم ختم ہوجاتی اُس کو مزید رقم دے کر فاضل کے خانہ میں لکھا کرتے طلبہ کی تمام امانت ایک بٹوے میں رکھتے اور ہفتہ میں جمعہ کے دن جس کو جتنے روپے کی ضرورت ہوتی، اسے دے کر رجسٹر میں دستخط لے لیا کرتے۔

طلبہ کی تقریری مشق کے لیے استاذِ گرامی شمس العلما نے بریلی شریف میں ایک انجمن بنائی جس کا نام غالباً "خدام رضا" تھا جس میں تمام طلبہ جمعرات کو بعد نمازِ عشا محلہ جسولی میں جمع ہو کر تقریر کیا کرتے۔ حضرت قبلہ بذات خود تشریف فرما ہوتے اور اغلاط کی اصلاح فرمایا کرتے۔تمام طلبہ کے لیے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا موضوع متعیّن فرما کر تاکید کرتے کہ زیادہ سے اِن موضوعات پر قرآن کی آیات، احادیث اور بزرگوں کے واقعات ذہن نشیں کر کے بیان کریں۔اس پر عمل کرتے ہوئے سب طلبہ قرآن، حدیث، بزرگوں کے واقعات پر تقریریں کیا کرتے۔

استاذی شمس العلما قبلہ کی طلبہ کے ساتھ شفقت کا عالم یہ تھا کہ کوئی بیمار ہوجاتا تو مضطرب ہوجاتے ،اس کا علاج، دوا، خوراک کے لیے کسی دوسرے طالب علم کو تیمار داری کے لیے مقرر کیا کرتے۔ مولوی سعید الرحمن پٹیلا بھاسہ کی رات دو بجے طبیعت سخت علیل ہوگئی ۔ اس کو اسی وقت بریلی مشن اسپتال میں ایڈمٹ کرایا۔ تقریباً بیس دنوں تک ان کا علاج جاری رہا۔باری باری تیمار داری کے لیے طلبہ کو مقرر کرتے رہے۔

طلبہ کے اخلاق وکردار پر خاص نظر رہتی تھی۔کوئی بے راہ روی کا مظاہرہ کرتا تو پہلے سمجھاتے ،اگر باز نہیں آتا تو بڑی سختی فرماتے ۔ فارغ التحصیل طلبہ جب رخصت ہوتے تو گلے لگاتے اور دین وملت کی خدمت کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے ۔شعبان کی چھٹی میں طلبہ وطن کے لیے رخصت ہوتے تو ٹرین میں بڑی ہشیاری کے ساتھ سفر کرنے کی تاکید کرتے،وطن پہنچ کر نماز کی پابندی اور کتب بینی کی سخت تاکید فرمایا کرتے۔ عالمانہ لباس اور وضع وقطع میں رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

نظم وضبط:

مشاہدین ومتعلقین کا بیان ہے کہ حضرت شمس العلما کی ذاتی زندگی کے معمولات میں بڑا نظم ونسق تھا۔ان کے ہر کام کا وقت مقرر تھا۔اسی کے مطابق سارے کاموں کو انجام دیا کرتے ۔ نماز فجر کے بعد دیر تک اوراد وظائف پڑھا کرتے۔مدرسہ کے اوقات کے مطابق درسگاہ میں موجود ہوتے ۔فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف اور لوگوں کو تعویذ دینے کا بھی وقت مقرر تھا۔جب وطن سے گھر پہنچتے تو خویش واقاریب کی ملاقات کر کے مزاج پرسی کے لیے کرتے۔ایک دن حضرت استاذ العلما علامہ نصیر الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوتے ۔ تحفہ وتحائف پیش کرتے ۔ حضرت استاذ العلما بڑی شفقت واہتمام فرمایا کرتے ۔ حضرت استاذ العلما کی وفات کے بعد بھی ایک دن ضرور زیارت و ایصال ثواب کی غرض سے ضرور حاضر ہوتے۔

حضرت شمس العلما کے ہر سامان رکھنے کی جگہ مقرر تھی۔کوئی اس کے خلاف کرتا تو سخت ناراضگی کا اظہار کیا کرتے۔جن جن اداروں میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں سب میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔اب بھی تمام ادارہ والے اور تلامذہ آپ کے نظم ونسق کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں۔ہر طالب علم پر نظام الاسباق کے مطابق درسگاہ میں حاضری لازمی تھی۔بلا رخصت غیر حاضری ہو تو طلبہ کو بلا کسی

رعایت کے تادیبی سزا کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ کے رعب وجلال کا یہ تھا کہ جب تمام طلبہ اپنے اپنے کمروں میں ہوتے اور حضرت قبلہ کی آمد کی آہٹ معلوم ہوتی تو سب سنجیدہ ہوجاتے۔

حضرت مفتی مطیع الرحمن اشرفی نے لکھا ہے:

"جامعہ نعیمیہ کے قیام کے دوران حضرت قبلہ جامعہ کے اندر جوتا چپل کی بجائے کھڑاؤں پہنا کرتے۔ اس کو پہن کر چلنے سے آواز زیادہ ہوتی۔ طلبہ کھڑاؤں کی آواز سن کر ہشیار ہو جاتے۔ پڑھائی کا وقت ہوتا تو پڑھائی میں مشغول ہوجاتے۔ کوئی قابل مواخذہ کام کر رہا ہو تو فوراً چھوڑ دیتے۔ طلبہ کے آپسی اختلاف وزیادتی کا مقدمہ پیش ہوتا تو پوری تحقیق وتوجہ کے ساتھ دونوں کی باتیں سن کر فیصلہ سناتے جو مجرم وقصوروار ہوتا اُس کو سخت سزا کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لیے بہت لڑائی جھگڑا دیگر اختلاف کا مقدمہ حضرت قبلہ کے حضور بہت کم پیش ہوتا تھا۔ اگر کبھی نااتفاقی ہوجاتی تو آپس میں مصالحت کر لیا کرتے تاکہ قصور وار کو سخت سزا کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

تصنیفات وتالیفات:

منظر آیات الباری مافی صحیح البخاری

یہ کتاب صحیح بخاری شریف میں مذکور اُن آیات قرانیہ کی تفسیر ہے جہاں طلبہ نہیں محدثین کو اشکال ہوتا ہے، شمس العلما نے اس کو اپنی زندگی کے منظر اسلام کے آخری دور میں تصنیف کیا، اس کے تعلق سے اتنا ہی کافی ہے کہ خود مصنف نے اسے حل المشکلات بخاری کہا ہے، تقریبًا ۷۰۰/۸۰۰ صفحات پر کمپوز شدہ ہے اور جانشین شمس العلما کے پاس اصل ونقل کاپی محفوظ ہے، منتظر طباعت ہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد منظر عام پر آنے کی امید قوی ہے۔

فتاوی شمس العلما: حضرت شمس العلما صرف مفتی نہیں بلکہ مفتی گر اور مفتی ساز بھی تھے، وہ فتویٰ لکھتے وقت دلائل کے ساتھ رسم المفتی کی پوری رعایت کرتے، متون کے حوالے کا اہتمام کرتے، یہی وجہ ہے کہ ان کو مفتی اعظم مہاراشٹر کہا جاتا تھا، ان کا فتوی فیصل کی حیثیت رکھتا ہے، متعدّد بار ایسا ہوا ہے کہ جہاں دیگر مفتیان کرام مصلحت کے نام پر فتوی صادر نہیں کرتے، ایسے میں آپ جلوۂ فاروقی کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر بلا خوف وخطر فتوی صادر کرتے، فقہی جزئیات ازبر تھے، فتاوی شمس العلما کے بعض فتاوے ابھی رجسٹر میں ہیں اور بعض ان اداروں میں ہیں جہاں آپ نے لکھے تھے، اگر انھیں جمع کیا جائے تو یقیناً ضخیم مجموعہ تیار ہو سکتا ہے، میں نے ایک رجسٹر دیکھا ہے، اس میں حضرت کا ایک فتویٰ ۳۵/۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کو سائل نے حاصل کرنے کے بعد ملک کے بڑے بڑے اداروں میں بھیجا تو سبھی نے کہا کہ یہ شمس العلما کا فتوی ہے۔ ہم اس پر کچھ کہنے اور مزید کچھ لکھنے سے قاصر ہیں، انھوں نے جو لکھا ہے درست لکھا ہے۔

قہر خداوندی بر فرقہ دیوبندی: یہ کتاب دراصل مناظرۂ کوسیاری کی روداد ہے اور وہابیوں کی شکست فاش کے بعد جو سوالات کیے گئے تھے، ان کے جوابات بھی اس میں درج ہیں، ون ایٹ سائز میں ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے، ۱۹۷۵ء میں یہ پانچ ہزار کی تعداد میں چھپی تھی اور پورے ملک میں تقسیم کی گئی تھی۔

امتناع کذب باری تعالیٰ: یہ کتاب اصل میں مدرسہ اسلامیہ محمدیہ حنفیہ شاہی چبوترہ کے دوران قیام دیوبندیوں کے مناظر طاہر گیاوی کے ساتھ عربی مناظرے کے مقالے اور مضامین کا مجموعہ ہے، راقم نے اس کی زیارت کرنا چاہا مگر محرومی ہاتھ آئی۔ خبر ہے کہ یہ بھی کئی صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت مفید ہے، ملنے پر راقم اُسے ضرور شائع کرنے کی کوشش کرے گا۔

آیات الباری باحکام الشرعی: کتاب کا عنوان نام سے واضح ہے، حضرت نے ایک خاص مسئلہ پر اُسے لکھا تھا جو تقریبًا چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ غیر مطبوعہ ہے، غالبًا جس کے لیے لکھا تھا اُس کو دے دیا ہو، اور بعد میں اسے شائع کرنے کی کوشش نہیں کی ہو۔

آزر کی تحقیق: ایک اخبار کے تعاقب میں حضرت نے یہ کتاب لکھی جو منظر آیات الباری مافی صحیح البخاری میں شامل کردی گئی ہے لیکن یہ ایک علیحدہ تالیف ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام کی تحقیق انیق ہے تقریباً چالیس صفحات ہیں، راقم الحروف کو اُس کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

تصلب فی الدین: اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

فاتبعونی یحببکم اللہ (سورہ آل عمران، آیت ۳۱)

ترجمہ: تم میرے (رسول کے) فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اِس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی کرے اسے چاہئے کہ وہ آقائے کریم، سرور دوجہاں ﷺ کا اتباع کرے۔

آقائے کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی ہر ادا پر قربان ہوتے ہوئے ان کے فرمودات پر عمل کیا جائے، جس سے منع کیا گیا ہے اُس سے بچا جائے، محب نبی اپنا ہر کام حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کے مطابق کرے، جس کام کے لیے جیسا حکم دیا گیا ہے اُسے اسی حد تک کرے، گھٹانا، بڑھانا محب کا کام نہیں، حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو، وہ مردود ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اپنا ہر کام مرضیِ خدا، و رسول کے مطابق انجام دیتے ہیں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے ڈرنا تو دور کی بات، اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے، جب دین کا کام کرتے ہیں تو خالص رضاے الٰہی کے لیے کرتے اور بے خوف و خطر ہو کر کرتے ہیں، وقت کی پابندی، تقاضاے عمل مکمل طور پر پورا کرتے ہیں۔

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ اِس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنے دین و مذہب میں حد درجہ متصلب تھے، ہر اُس کام سے بچتے تھے جس کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے، عصر حاضر کے تمام بدعقیدہ و گستاخ فرقوں دیوبندی وہابیوں سے بہت نفرت کرتے، ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا قطعی پسند نہیں فرماتے تھے، ہزاروں دنیوی فوائد نظر آنے کے باوجود اُن سے ہمیشہ دور رہتے، بارہا ایسا دیکھا گیا ہے کہ ان دشمنان دین کا اپنی تحریر و تقریر سے رد فرمایا، صرف یہ نہیں کہ خود بچتے بلکہ اپنے ماننے جاننے والوں کو بھی ان سے دور و نفور کی تاکیدی ہدایت فرماتے، اپنی گفتگو میں اکثر کہا کرتے تھے:

”ان کی عبادات سے دھوکہ نہ کھانا، یہ وہ ہیں جن کی عبادتوں کی کثرت کا ذکر نصوص سے ثابت ہے مگر سب بے کار ہے کہ بے عشق نبی معلم الملائکہ ابلیس بن گیا ہے۔“

اخلاق وکردار:

ایک مومن خصوصًا ایک معلم، مربی، مفتی، قاضی اور محقق کے لیے حسن اخلاق کا پیکر ہونا ضروری ہے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے افعال قبیحہ کی اصلاح کے لیے سعی بلیغ کرتا ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی کوشش کے ساتھ مسلم معاشرہ میں امن، آشتی، شانتی، اطمینان، پر سکون اور بہتر ماحول بنائے رکھنے میں مجاہدانہ کردار ادا کرتا ہے، معاشرہ کے چھوٹے چھوٹے بچوں سے لے کر بڑے بوڑھے افراد اُس کو اپنا آئیڈیل بناتے اور اس کے صبح و شام سے متاثر ہوتے ہیں۔

جو معلم، مربی، مفتی، قاضی اور محقق اعلیٰ اخلاق وکردار کا پیکر نہیں ہوتا، وہ رسوائے زمانہ ہوتا ہے، اس کی باتیں موثر نہیں ہوتیں، لوگ ان کی آواز پر لبیک نہیں کہتے، ان سے محبت تو دور کی بات اُن کے قریب بھی جانا پسند نہیں کرتے، دو چار اوباشوں کے علاوہ ان کے پاس کوئی اچھا شخص نہیں بیٹھتا۔ جو علما و مفتیان کرام احتیاط کی زندگی بسر کرتے ہیں اُن کے پاس دنیوی اسباب جاہ و حشم نہ ہونے کے باوجود بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اُن کی بارگاہوں کی حاضری باعث صد افتخار سمجھتے ہیں۔

یوں تو اخلاق وکردار کا موضوع وسیع تر ہے مگر صوفیائے کرام احسان، تواضع، امانت، ایفائے عہد، عفوو درگزر، ایثار وغیرہ کو اخلاق و کردار کے اہم امور میں شمار کرتے رہے ہیں۔

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے بتاتے ہیں کہ آپ مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ پہ عمل پیرا ہوکر نہایت خوش اسلوبی سے تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرتے رہے اور قوم وملت کی خدمت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے، الیصال حق کی راہ میں کسی قسم کے طنز وطعن سے کبھی مایوس نہیں ہوئے بلکہ صراط مستقیم پر چلتے رہے، مسند تدریس پر ہوں یا، افتا پر ہر دو جگہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے، تواضع وانکساری کا دامن تھامے رہتے تھے، احسان جتلانا آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا، دور دراز سے آنے والے سائلین کو بھی آپ اپنی شفقتوں سے نوازتے، مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ پر خوب شفقت فرماتے، کسی سے وعدہ کرتے تو ایفاے عہد کرتے، مناظرہ یا مکالمہ ہر دو حال میں اپنے مخالف کو راہ راست کی دعوت دینے میں حد درجہ اعلیٰ اخلاق سے کام لیتے تھے۔

”منظر آیات الباری مافی صحیح البخاری“ کی طباعت کے سلسلے میں شہزادہ گرامی وقار، حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی کی معیت میں راقم الحروف کو بھیونڈی جانے کا موقع ملا، اسی دوران بھیونڈی کے مشتاق بھائی نے راقم الحروف کو بتایا کہ ”حضرت شمس العلما اعلیٰ اخلاق وکردار کے مالک تھے۔“ موصوف نے یہ بھی بتایا کہ ”جس طرح ان کے علمی قد کا جواب نہیں تھا، اسی طرح ان کے اعلیٰ اخلاق کی مثال جلدی نہیں ملتی۔“

مشتاق بھائی حضرت کے اعلیٰ اخلاق سے اس قدر متاثر تھے کہ حضرت کا نام لیتے ہی ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

عاجزی وانکساری :

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ہم مذہب و مسلک کے لیے نرم خو، نرم دل، منکسر المزاج، متواضع تھے، آپ کی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ آج پورا ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں ان کے اثرات پائے جا رہے ہیں، اس کے باوجود بارہا ایسا سنا گیا ہے کہ آپ مجمع عام سے یوں مخاطب ہوئے:

”میں گنہگار و سیاہ کار ہوں، میں کچھ نہیں کر پایا، آپ حضرات دعا فرمائیں کہ آخرت میں مجھے نجات ملے۔“

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف خود متواضع نہیں تھے بلکہ اپنے بچوں اور احباب کو بھی متواضع رہنے کی تاکید فرماتے تھے، جس کی زندہ مثال ان کے شہزادۂ گرامی، حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی ہیں جو اپنے شہر و مضافات کے عوام و خواص میں از حد مقبول ہونے کے باوجود بہت سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

خدمت خلق و غربا نوازی:

اسلام میں خدمت خلق کی اہمیت کس قدر ہے، اس کا اندازہ ہر اہل علم کو ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں سے عیاں ہے کہ آقائے عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق خدا کی خوب خدمت فرمایا کرتے۔

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سنت نبوی پر بھی عامل تھے، جہاں اور جب کسی محتاج یا پریشان حال کو دیکھتے حسب استطاعت اس کی امداد کرتے، آپ جہاں غیروں کو اپنے دست سخا و غنا سے نوازتے، وہیں اپنے اہل خانہ و خاندان کے لوگوں کی بھی خوب خدمت کرتے، آپ اتنے بڑے جلیل القدر مفتی اور صاحب کرامت بزرگ ہوتے ہوئے جب کبھی اپنے وطن مالوف تشریف لے جاتے تو غریب رشتہ داروں سے ضرور ملنے جاتے تھے، ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ جب کبھی کسی غریب کے گھر جاتے تو اس کی دل جوئی کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے، ممبئی اور یوپی کے کروفر کا بالکل احساس ہونے نہیں دیتے، اپنی مادری زبان بولتے اور اُسی انداز و لب و لہجہ میں بات کرتے جس سے سامنے والا خوش ہو جاتا۔ شاگردوں میں اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو آپ اپنی جیب خاص سے اس کی خدمت کرتے اور اپنے بیٹے کی طرح عیادت و نگرانی کرتے تھے۔

بیعت و خلافت:

حضرت شمس العلما کو پیر طریقت، رہبر راہ شریعت، عمدۃ الکاملین، شیخ المشائخ، سراج السالکین، علامہ الحاج الشاہ مفتی ابوالمسعود حضرت سید مختار اشرف الاشرفی الجیلانی، المعروف بہ سرکار کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشیں، آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ حسینیہ سرکار کلاں، کچھوچھہ مقدسہ یوپی سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔

نوافل و وظائف:

حضرت شمس العلما بزرگان دین، اولیائے کاملین کے مشن پر گامزن تھے، روحانی عملیات میں آپ نے بہت جدو جہد کی، دوران تدریس جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ میں حضرت شیخ اعظم سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی میں دار الحدیث کے اوپر پہلے منزلہ میں ایک خاص کمرے میں دعاے حیدری کا عمل کیا۔ ایک ہفتے کا چلّہ کیا جس میں صرف چنے پر سحری و افطاری اور دن بھر مخصوص اوراد و وظائف کرتے رہتے تھے آپ اکثر مبارک راتوں مثلاً شب برات، شب قدر اور شب معراج وغیرہ میں شب بیداری فرماتے اور فجر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، فجر کی نماز پڑھ کر ہی آرام فرماتے، آپ اکثر ہر ماہ کی ۱۳/۱۴/۱۵/ تاریخ کو ایام بیض کے روزے، محرم الحرام میں عاشورہ کے روزے، اور ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے اور سال کی مقدس راتوں کے موقع پر دعاے سیفی، دلائل الخیرات شریف اور درود تاج وغیرہ کا کثرت سے پڑھنے کے عادی تھے۔ (حیات شمس العلما)

زیارت حرمین شریفین:

یوں تو حج کی سعادتوں اور برکتوں سے مشرف ہونے کی تمنا ہر مومن کے دل میں ہوتی ہے کہ حج جہاں گناہوں کو مٹا دیتا ہے وہیں مومن حاجی اس بہانے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کر کے من زار قبری وجبت له شفاعتی کے فیضان کرم سے مالا مال بھی ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت، امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اسی کو اپنے اشعار میں یوں عرض کیا ہے:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی قیام بھیونڈی کے دوران زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پاسپورٹ کے مطابق حضرت نے ایک حج سن ۱۹۹۱ء-۱۴۱۱ھ میں ادا کیا، دوسرا حج کس سن میں کیا، یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا ہے مگر اُن کے شہزادۂ گرامی کو یاد ہے کہ حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوبار حج کی برکتوں سے مالا مال ہوئے تھے۔

وصال پر ملال:

قارئین محترم! حضرت شمس العلما بہار میں پیدا ہوئے، خود تعلیم حاصل کی، تشنگان علوم نبویہ کو پینتالیس، پچاس سالوں سے تعلیم ہی دیتے

رہے،اہم اداروں میں ان کی قابلیت کا ڈنکا بج رہاتھا،جوں جوں طلبہ چشمۂ شمس العلماء سے سیراب ہورہے تھے پیاسوں کی قطار بڑھ رہی تھی،جس ادارے میں جاتے اس ادارے میں طلبہ دور دراز سے پڑھنے آتے،یہی وجہ تھی کہ حضرت نے اپنا وطن چھوڑنا پسند کیا مگر تشنگان علوم دین کو محروم نہیں کیا،اہل علم کے بیچ شور تھا کہ کوئی ہے جس کی صلاحیت کا سکہ کھنکھنا رہا ہے،بحر تحقیق کا دریا موج مار رہا ہے، آسمان علم کا شمس مثل نصف النہار اپنی شعاؤں سے کائنات علم و تحقیق کو منور کر رہا ہے،واہ!شجر ثمر آور کی طرح ہر کوئی للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے،جو فیض یافتہ تھے وہ دوسروں کو فیض حاصل کرنے کی دعوت دے رہے تھے،جو اُن کی بارگاہ میں فیض حاصل کر رہے تھے برسوں درِ شمس العلماء کی جاروب کشی کی تمنا سینے میں لیے بیٹھے ہمیشہ مدظلہ العالی کی دعا مانگ رہے تھے۔

لیکن اللہ کی مرضی کچھ اور ہی تھی،حضرت شمس العلماء کی طبیعت پہلے سے ہی خراب چل رہی تھی مگر اب زیادہ خراب ہونے لگی،مسلسل بیماریوں کے حملے ہونے لگے،اسلام اور مسلمانوں کے غم سے نڈھال "دل" کا دورہ بھی پڑنے لگا،سینے کی تکلیف بڑھنے لگی۔

واقعہ یہ ہے کہ امام اہل سنت،اعلی حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ کا فیض حاصل کرتے ہوئے "منظر اسلام" بریلی شریف میں بحیثیت شیخ الحدیث اور درس حدیث کی مشکبار فضاؤں کے بیچ عشق نبی کا چراغ تیز جلنے لگا،طبیعت گرم ہوگئی،دہلی میں شہزادی افروختہ بیگم کے گھر تشریف لے گئے،ممبئی آکر علاج و آپریشن کرنے کا ارادہ تھا مگر قدرت کی مشیت کچھ اور ہی تھی،مرض بڑھ گیا،وہیں کے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کئے گئے،،ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا،مرض میں افاقہ نہ ہوا اور حضرت مورخہ ۶/ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۲ء،بروز پیر،رات ۱۲/ بج کر ۱۰/ منٹ پر اِس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

ظاہر ہے کہ اِس اندوہناک خبر سے ان کے فیض یافتہ لوگوں اور محبوں کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہوگا،تلامذہ و معاصرین کی آنکھیں اشکبار ہوگئی ہوں گی،بتانے والے بتاتے ہیں کہ حضرت کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح بہار،بنگال،ممبئی اور یوپی وغیرہ ٹیلیفون سے چند منٹوں میں پہنچ گئی،جن جن اداروں میں حضرت تشریف لے جاتے،وہاں کے طلبہ و تلامذہ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں،فکر مستقبل سے لوگ مضطرب و بیقرار ہونے لگے،مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہر کوئی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر بھیگی آنکھوں سے جنازے میں شرکت کرنے کی تمنا کرنے لگا۔

شہزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی ممبئی سے ہوائی جہاز سے گھر کے لیے روانہ ہوئے،موصوف بتاتے ہیں کہ میرے گھر پہنچنے سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں لوگ میرے گھر آنگن اور بستی روڈ،راستے پر جمع ہوچکے تھے،ممبئی سے مولانا گئے،دہلی سے چھوٹی بیٹی اور داماد اپنے وقت کی عظیم شخصیت کو لے کر گھر پہنچے،عوام،علما،مشائخ،سیاسی لیڈران کی آمد کا سلسلہ مزید دراز ہوگیا۔آخر کار تجہیز و تکفین کی کاروائی شروع ہوئی۔شہزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی نے نماز جنازہ پڑھائی،کئی گھنٹوں تک مٹی دینے کا سلسلہ جاری رہا۔

مزار اقدس: حضرت کا مزار مبارک اُن کی خود کی زمین میں گھر سے مشرق کی جانب مدرسہ نور الاسلام،کوسیاری،ضلع کشن گنج،بہار سے پچھم طرف واقع ہے اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے،ہر سال ۱۴/ مئی کو عرس مقدس منایا جاتا ہے

روحانی تصرفات: حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صبح و شام کو دیکھنے والے درجنوں علما اور ان کے تلامذہ نے راقم کو بتایا کہ حضرت فرائض و واجبات کی ادائیگی تو کرتے ہی تھے،سفر ہو یا حضر ہر حال میں اہتمام صلوۃ کرتے،درسگاہ اور فتوی نویسی کے دو اہم شعبہ جات کے اہم ذمہ دار ہوتے ہوئے بھی دیگر نوافل کی ادائیگی بھی کرتے۔آپ سے کئی بار کرامت کا صدور ہوا ہے،آپ کی کرامتوں کی تحقیق جاری ہے،یہ کتاب چونکہ ان کی سوانح کی پہلی کڑی ہے اس میں صرف ایک واقعہ بطور تبرک پیش کیا جارہا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

حضرت قاری محبوب اصدق صاحب قبلہ ممبئی کا بیان ہے کہ موصوف کے بھائی کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی،وہ اولاد کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا،جو جیسا کرتا ویسا ہی کرتا مگر مرضی خدا کہ اولاد نہیں ہوتی تھی،امیدوں کا خواب دیکھتا مگر شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا ایک روز وہ مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا،اپنی پریشانی کا اظہار کیا،حضرت شمس العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تعویذ دیا اور فرمائے کہ اِن شاءاللہ تعالیٰ تم کو اس ماہ اولاد کی خوش خبری ملے گی،ٹھیک ایک ماہ بعد ڈاکٹری رپورٹ نکالی گئی تو حضرت کے قول کے مطابق رپورٹ میں حمل کی تصدیق ہوئی،بعد تکمیل مدت بفضل اللہ تعالیٰ ان کے گھر ایک خوب صورت لڑکا پیدا ہوا،آج بھی وہ لڑکا باحیات ہے اور فیضان شمس العلما کا نمونہ بنا ہوا ہے۔☆☆☆

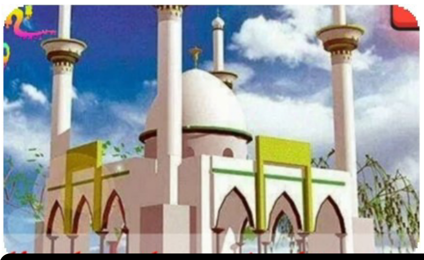

حضور فقیہِ ملت اور سراج الفقہا

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا ازہار احمد امجدی

حامداً و مصلیاً و مسلماً

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے اپنی آخری عمر میں مرکز تربیت افتا قائم کرکے ایک منفرد اور عظیم کارنامہ انجام دیا، الحمد للہ تھوڑے ہی عرصے میں اس مرکز نے ملک و بیرون ملک میں اپنی ایک خاص پہچان بنالی، حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ علماے عاملین بالخصوص فقہاے عظام کی کافی قدر کرتے تھے؛ انھیں فقہا میں حضور سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ کی بھی ذات برکات ہے، آپ کی طرف خصوصی توجہ ہی کی وجہ سے حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ جب اس دنیا سے رخصت ہوگئے؛ تو ارباب حل و عقد نے مرکز کی نگرانی کے لیے آپ کا انتخاب کیا، حضور سراج الفقہا دام کرمہ نے اس وقت سے لے کر ۲۰۱۶ء تک کی طویل مدت میں اس مرکز کی بخوبی نگرانی فرمائی، پھر آپ اپنی مصروفیات کی بنا پر اس ذمہ داری سے سبک دوش ہوگئے، حضور سراج الفقہا دام ظلہ نے ایک طویل مدت تک مرکز کے لیے اپنی خدمات پیش فرمائی، یہ ان کا ہم پر عظیم احسان ہے، جس کے پیش نظر میں آج کی اس بزم میں ''حضور فقیہ ملت اور سراج الفقہا'' عنوان کے تحت آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش کروں گا، وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت و الیہ أنیب.

ایک دور تھا کہ حضور نبی دو جہاں ﷺ امت مسلمہ کے درمیان اپنی ظاہری زندگی کے ساتھ موجود تھے، امت مسلمہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا؛ تو وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر مسئلہ کا حل حاصل کرکے شریعت کی چھاؤں میں زندگی گزار کر فرحت و انبساط محسوس کرتے تھے، مگر جب حضور ﷺ اس دنیاے فانی سے رخصت ہوگئے؛ تو صحابہ کرام اور ان کے بعد منتخب علما و فقہاے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رات و دن اپنا سکون و اطمینان قربان کرکے امت مسلمہ کے مسائل حل کرنے کی عظیم ذمہ داری ادا کرنے لگے، وہ خود مشقتیں اٹھاتے ہیں مگر امت مسلمہ کی شرعی رہنمائی کرکے انھیں فرحت و انبساط دیتے ہیں اور ان شاء اللہ تاقیامت دیتے رہیں گے۔

انھیں منتخب فقہا میں سے ہمارے ممدوح استاذ گرامی وقار محقق مسائل جدیدہ حضور سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ و کرمہ کی ذات بابرکات ہے، آپ کی پیدائش اتر پردیش کے ایک ضلع دیوریا (حال کشی نگر) کے ایک گاؤں 'بھوجولی پوکھرا ٹولہ' ۱۹۵۷ء میں ۲/مارچ کو ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے قریب واقع ایک گاؤں 'غلامی چھپرا' میں حاصل کی، پھر وہاں سے ضلع 'بستی' شہر کے قدیم مدرسہ 'انجمن معین الاسلام' میں آئے، اس مدرسہ میں کسی وجہ سے اطمینان حاصل نہ ہوسکا؛ تو آپ نے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ضلع بہرائچ کے مدرسہ 'عزیز العلوم، نانپارہ' میں داخلہ لیا، یہاں پر آپ نے سادسہ تک تعلیم مکمل کی، پھر مزید اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں 'ازہر ہند، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ' کا رخ کیا، آپ کا ارادہ تھا کہ عام رواج کے مطابق ہی فضیلت کرنے کے بعد کسی مدرسہ میں پڑھانے چلے جائیں گے، مگر اللہ تعالی کا فضل و کرم ہوا کہ نائب مفتی اعظم ہند حضور شارح بخاری رحمہ اللہ کی نظر عنایت آپ پر پڑی، حضور شارح بخاری رحمہ اللہ نے اپنی نگاہ بصیرت سے آپ کی صلاحیت کو بھانپ لیا اور آپ کو تخصص کرنے کی دعوت دی، آپ نے تخصص فی الفقہ کو اختیار کیا اور جماعت سابعہ ہی سے حضور شارح بخاری رحمہ اللہ کی بارگاہ میں رہ کر تحقیقات و تدقیقات کی منازل طے کرنے لگے، ابھی آپ تخصص فی الفقہ ہی کررہے تھے کہ ذمہ داران 'جامعہ اشرفیہ' نے آپ کی پختہ صلاحیت کو دیکھ کر 'جامعہ اشرفیہ' میں بطور مساعد ۱۳۹۸ھ میں مدرس مقرر کردیا اور فضیلت و تخصص مکمل کرنے کے بعد آپ کو

'جامعہ اشرفیہ' کے لیے ۱۴۰۰ھ میں مستقل مدرس کی منظوری دے دی گئی، اس وقت سے لے کر آج تک آپ اسی 'جامعہ اشرفیہ' میں بتدریج مدرس، مفتی، صدر شعبہ افتا، صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی عظیم خدمات خلوص و محبت کے ساتھ بخوبی انجام دیتے آ رہے ہیں، امت مسلمہ کو ایسے عظیم محقق و مدقق بڑے مشکل سے ملا کرتے ہیں، اگر صرف آپ کی تحقیقی دینی و ملی خدمات پر لکھنے کا حق ادا کیا جائے؛ تو اس کے لیے ہزاروں صفحات درکار ہیں اس لیے راقم الحروف آج کی اس بزم میں اختصار کے ساتھ صرف مندرجہ ذیل عناوین کے تحت لکھنے کی کوشش کرے گا۔

محقق مسائل جدیدہ اور تفقہ فی الدین:

کوئی منصف مزاج شخص اگر حضور سراج الفقہا دام ظلہ العالی کے ابتدائی فقہی مقالات بلا تعصب پڑھے؛ تو ان کے تفقہ فی الدین کی مہارت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا؛ تو پھر وہ ذات جو ابتدائی درس و تدریس کے زمانہ ۱۳۹۸ھ سے لے کر آج ۱۴۴۰ھ تک فقہی و تحقیقی نگارشات پیش کرتی آ رہی ہے، ان کے تفقہ فی الدین کا ایک غیر متعصب بڑے سے بڑا عالم و مفتی اعتراف کیے بغیر کیسے رہ سکتا ہے ؟! ہمارے ممدوح وہ ہیں جنہیں فتاوی رضویہ اور بہار شریعت میں مسئلہ دیکھنے کے لیے عموماً ان کی فہرست دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی؛ کیوں کہ سن ۲۰۱۶ یا ۲۰۱۷ء میں ہی آپ کے قول کے مطابق، آپ نے اس وقت موجود اکثر رسائل رضویہ کا مطالعہ کر لیا تھا اور آپ بہار شریعت کو دسیوں بار سرسری نظر سے پڑھ چکے تھے، آپ نے اپنی تحقیق و تدقیق میں فتاوی رضویہ ہی کو بطور فیصل تسلیم کیا، آپ کے تفقہ فی الدین کا یہ عالم ہے کہ اپنے اور غیر سبھی آپ کے اس امتیازی وصف کو ماننے پر مجبور ہیں، حضور سراج الفقہا دام ظلہ فقیہ، محدث اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد زمانہ بھی ہیں؛ کیوں کہ بعض فروعی مسائل کے متعلق آپ کی تحقیق و تدقیق کی بنیاد پر کچھ لوگوں کی طرف سے آپ کو کئی بار جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی اور آپ پر ایسے ایسے جملے چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی جو ایک مسلم تو مسلم ایک کافر کے حق میں بھی جائز و روا نہیں، چہ جائے کہ ایک فقیہ اسلام کے بارے میں ایسی ناروا باتیں کی جائیں، مگر قربان جائیے آپ کے بلند اخلاق و کردار پر کہ آپ جبل شامخ کی طرح ان حالات کے سامنے کھڑے رہے اور بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ہر مخالفت کا جواب تحقیقی کام کر کے دیا اور جواب دینے میں بھی کبھی بازاروزبان استعمال نہیں کی اور نہ ہی اپنے باوقار قلم کو بہکنے دیا اور نہ ہی کسی کا مذاق بنایا، یہ آپ کا وہ امتیازی وصف ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، ہمارے ممدوح سراج الفقہا دام ظلہ العالی تفقہ فی الدین اور بلند اخلاق و کردار میں بے مثال ہیں۔

حضور سراج الفقہا دام فضلہ تفقہ فی الدین میں بلند شان والے ہیں، اس پر پختہ دلائل موجود ہیں، اگر ہر دلیل پر تفصیلی کلام کیا جائے؛ تو دفتر نہیں بلکہ دفاتر کی ضرورت پڑے گی، آپ نے کل چوالیس (۴۴) کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور ایک سو تیس (۱۳۰) مقالات لکھے ہیں، بطور ثبوت یہاں پر ان میں سے اختصار کے پیش نظر صرف آپ کی بعض فقہی تحقیقات کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

تصنیفات:

(۱) عصمت انبیا (۲) الحواشی الجلیہ فی تائید مذہب الحنفیۃ (۳) جدید بینک کاری اور اسلام (۴) شیر بازار کے مسائل (۵) فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول (۶) لاؤڈ سپیکر کا شرعی حکم (۷) مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۸) تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم (۹) دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ و حوالہ (۱۰) دکانوں، مکانوں کے پٹہ اور پگڑی کے مسائل (۱۱) انسانی خون سے علاج کا حکم (۱۲) امام احمد رضا پر اعتراضات کا ایک تحقیقی جائزہ (۱۳) فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت (۱۴) مسلک اعلی حضرت عصر حاضر میں مسلک اہل سنت و جماعت کی مترادف اصطلاح (۱۵) چلتی ٹرین میں نماز کا حکم فتاوی رضویہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں (۱۶) جدید ذرائع ابلاغ اور مسائل ہلال (۱۷) خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام وغیرہ۔

مقالات:

(۱) قیاس حجت شرعی ہے (۲) امام احمد رضا اور جدید فقہی مسائل (۳) تقلید عرفی کی شرعی حیثیت (۴) پرنٹنگ ایجنسی کے احکام (۵) حضور مفتی اعظم بحر فقاہت کے در شاہوار (۶) بہار شریعت کا مختصر تعارف (۷) مساجد میں مدارس کا قیام (۸) میچول فنڈ کی شرعی حیثیت (۹) درآمد برآمد ہونے والے گوشت کا حکم (۱۰) زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال (۱۱) مذہبی چینل کا شرعی حکم فتاوی رضویہ کی روشنی میں (۱۲) لغزش زبان سے صادر ہونے

والے کلمات کب کفر ہیں کب نہیں (۱۳) انٹرنیٹ کے مواد و مشمولات کا شرعی حکم (۱۴) غیر رسم عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت (۱۵) ڈی این اے ٹیسٹ شرعی نقطہ نظر سے (۱۶) قومی و ملی مسائل میں اہل سنت کا کردار ضرورت اور طریقہ کار (۱۷) جینیٹک ٹیسٹ اور اس کی شرعی حیثیت (۱۸) جدید ذرائع ابلاغ سے نکاح کب جائز کب ناجائز (۱۹) بلیک برن وغیرہ بلاد برطانیہ میں عشا، وتر اور صوم کے وجوب کی تحقیق (۲۰) اختلافی مسائل رحمت یا زحمت (۲۱) سنی دار الافتا کا کردار اور مفتیان اسلام (۲۲) میوزک نما ذکر کے ساتھ نعت مصطفی ﷺ پڑھنا اور سننا (۲۳) ایڈز زدہ حاملہ عورت کو حمل ساقط کرانے کی اجازت نہیں (۲۴) چیک اور پرچی کی کٹوتی کا شرعی حکم (۲۵) باغات و تالاب کا رائج اجارہ (۲۶) تقلید غیر کب جائز (۲۷) چھت سے سعی و طواف کا مسئلہ (۲۸) معاملہ کرایہ فروخت شرعی نقطہ نظر سے (۲۹) بیت المال و مسلم کالج اور اسکولوں کے نام پر تحصیل زکوۃ (۳۰) یورو کائینز اپجیکشن سے علاج کا شرعی حکم (۳۱) صاحب زمین پر قربانی و صدقہ فطر کا وجوب (۳۲) واشنگ مشین میں دھلے گئے کپڑے پاک ہیں یا ناپاک (۳۳) حالت احرام میں خوشبودار مشروبات پینے کا حکم (۳۴) عصر حاضر میں دار القضا کی ضرورت (۳۵) اسلامی تصور توحید اور ائمہ کرام (۳۶) مدارس میں طریقت اور خانقاہوں میں شریعت کا نفاذ اہم ضرورت (۳۷) اصول تدریس فقہ اور اصول فقہ (۳۸) الامام الترمذی ومآثرہ العلمیۃ (عربی) (۳۹) المحدث احمد علی السہارنپوری (عربی) (۴۰) ترجمۃ صاحب الصحیح: الامام مسلم ابوالحسن مسلم بن الحجاج علیہ الرحمۃ (۴۱) ترجمۃ الشارح: الامام ابوزکریا یحیی بن شرف النووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ (عربی) (۴۲) پوسٹ مارٹم کا تعارف اور شرعی جائزہ (۴۳) علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ شرعی نقطہ نظر سے وغیرہ۔

ان میں سب کتابیں و مقالات تحقیقی و تدقیقی اور اکثر جدید فقہی مسائل پر مشتمل ہیں، یہ وہ جدید مسائل ہیں کہ ان پر قلم اٹھانے کے لیے عموماً بڑے سے بڑے علما و فقہا کو سو بار سوچنا پڑے گا؛ کیوں کہ جدید مسائل پر کلام کرنے کے لیے بالغ نظر ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث، فقہ و اصول فقہ اور جزئیات پر مکمل دسترس ہونی چاہیے، یہ چیزیں بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور الحمد للہ راقم الحروف یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے کہ انھیں کم یاب لوگوں میں سے استاذنا المکرم حضور سراج الفقہا دام ظلہ العالی کی ذات بابرکات ہے۔

راقم الحروف محقق مسائل جدیدہ دام ظلہ کو تحقیقی نگارشات میں معصوم نہیں سمجھتا، ہر انسان کی طرح آپ سے بھی خطا ہو سکتی ہے، مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ کی ساری خدمات کو پس پشت ڈال دیا جائے، نازیبا کلمات استعمال کیے جائیں، استہزا کیا جائے اور مذاق اڑانے کی کوشش کی جائے، اگر کسی کا مزاق اڑایا گیا یا پروپیگنڈہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی؛ تو بطور نصیحت یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالی ایسے فرد کا محافظ ہے اور اللہ تعالی جس کا محافظ ہوتا ہے اس کی دنیا و آخرت دونوں یا کم از کم آخرت ضرور سنور جاتی ہے اور مذاق اڑانے والے یا پروپیگنڈہ کرنے والے "چاہ کن را چاہ در پیش" کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کی دنیا و آخرت دونوں خراب ہوتی ہے اور اگر دنیا بظاہر سنور گئی؛ تو آخرت پر ضرور سوالیہ نشان قائم رہتا ہے، دونوں پہلوں پر شواہد موجود ہیں، بس عبرت کی نظر سے دیکھنے والی نگاہ چاہیے، اللهم احفظنا وعلماء الأمة من كل بلاء الدنيا و عذاب الآخرة، آمین۔

محقق مسائل جدیدہ اور فقیہ ملت قدس سرہ:

ہمارے ممدوح سراج الفقہا دام کرمہ اور والد ماجد حضور فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ کے درمیان تعلقات بہت بہتر اور خوش گوار تھے، سراج الفقہا دام ظلہ والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے علم کی قدر کرتے، ان کی عزت کرتے اور ان کی فقہی مہارت کے اعتراف میں ان کی تحقیق کا حوالہ بھی دیتے اور حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ بھی سراج الفقہا دام فضلہ کی تحقیق کو سراہتے اور اس پر اعتماد بھی کرتے اور آپ کے علم کے شایان شان آپ کی حوصلہ افزائی فرماتے اور آپ کی عمدہ تحقیقات کے پیش نظر آپ کو مناسب القابات سے بھی نوازتے، یہ محض دعوی نہیں بلکہ ان باتوں پر خود والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے خطوط جو آپ نے ہمارے ممدوح سراج الفقہا دام ظلہ کو لکھے اور آپ کی کتابوں پر جو تصدیقات سپرد قرطاس فرمائے، وہ واضح دلائل ہیں، آپ بھی ان دلائل سے اپنی نگاہوں کو جلا بخشیے اور استاذنا المکرم محقق مسائل جدیدہ دام فضلہ کی فضیلت کے اعتراف میں حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی طرح کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رکھیے، ملاحظہ فرمائیں:

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی محمد نسیم دام ظلہ کے

نام ایک خط میں 'جدید بینک کاری اور اسلام' کے متعلق لکھتے ہیں:

"رسالہ مذکور اگر اردو کے علاوہ ہندی، گجراتی اور انگریزی میں بھی چھپ جائے؛ تو بہتر ہے، اردو، ہندی خود مفتی صاحب نہ چھپواسکیں؛ تو امید کہ المجمع الاسلامی چھاپ دے گا، اور گجراتی کا کام ہمارے یہاں کے ایک فارغ ملک عارف ۔۔۔ کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے اور انگریزی کے لیے مولانا محمد قمر الزماں یا مولانا شاہد رضا سے رابطہ قائم کیا جائے"۔

پھر دو تین سطور کے بعد لکھتے ہیں:

"فقیہ الہند، حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب، محدث کبیر، حضرت علامہ مصباحی، مولانا شمس الہدی اور مولانا مسعود احمد صاحب نیز دیگر حضرات کو سلام کہیں اور مولوی ابرار احمد کو دعا"۔ فقط والسلام"۔

الامجدی ۲۴/رجب المرجب ۱۳ھ

سراج الفقہا دام ظلہ کی تحقیقی کتاب 'جدید بینک کاری اور اسلام' کے متعلق والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کا مختلف زبان میں طباعت کی خواہش سے جہاں ان کے دینی و مذہبی کتابوں کی مختلف زبانوں میں اشاعت سے قلبی لگاؤ کا پتہ چلتا ہے، وہیں اس کتاب کی اہمیت و افادیت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے؛ کیوں کہ اسی کتاب کے لیے مختلف زبان میں طباعت کی خواہش کی جائے گی جو ایشیا و یورپ ہر جگہ کے عوام و خواص کے لیے مفید اور کارآمد ہو۔

نیز کسی تیسرے شخص کے نزدیک مختلف شخصیات کو ذکر کرنے میں کسی شخصیت کی تقدیم و تاخیر اس کی پرہیزگاری کے ساتھ اس کے تفقہ فی الدین کی بنیاد پر ہوتا ہے، استاذ و شاگرد کی حیات و عدم حیات کے اعتبار سے نہیں ہوتا، چوں کہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ حدیث کے مطابق تفقہ فی الدین والے کو زیادہ اہمیت دیتے تھے؛ اسی لیے آپ نے اپنے اس خط میں ترتیب وار سب سے پہلے فقیہ الہند نائب مفتی اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق رحمہ اللہ پھر سراج الفقہا دام ظلہ اور اس کے بعد دیگر حضرات کا ذکر کیا؛ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے اس ترتیب وار نام ذکر کرنے سے کم از کم اتنا ضرور پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک ان تمام حضرات کے درمیان نائب مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کے بعد تفقہ فی الدین سب سے زیادہ حضور سراج الفقہا دام کرمہ کے اندر تھا، یہ ۱۴۱۳ھ کی بات ہے، اس کے بعد سے اب تک حضور سراج الفقہا دام ظلہ کے اندر کس قدر تفقہ فی الدین کی مہارت میں اضافہ ہوا ہوگا، اس کا تفقہ فی الدین میں دلچسپی رکھنے اور اس کے لیے دن رات ایک کرنے والا ہی اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ اپنے ایک خط میں مزید لکھتے ہیں:

"فقیہ الاسلام المفتی العلام حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب رضوی زیدت محاسنکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...."۔

پھر ہندوستان کے مسلموں سے متعلق ایک پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب دینے کے بعد لکھتے ہیں:

"اب اگر اس پر کوئی اعتراض پڑتا ہے؛ تو غور و فکر کے بعد آپ خود اس کا حل تلاش کریں یا اس کے لیے فقیہ الہند قبلہ کی طرف رجوع فرمائیں"۔

پھر حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ حضور سراج الفقہا دام کرمہ کو مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لہذا آپ کے لیے میرا مشورہ ہے کہ اگر ممکن ہو؛ تو رسالہ جدید بینک کاری اور اسلام کو فتوی کے طرز میں کردیں اور آئندہ جو کچھ بھی تحریر فرمائیں سب اسی طریقہ پر ہو؛ تاکہ اشرفیہ کے مجموعہ فتاوی یا الگ سے آپ کے مجموعہ فتاوی میں شامل ہوکر عرصہ دراز تک باقی رہے...."۔ فقط والسلام۔

جلال الدین احمد الامجدی

۲۰/رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

ہمارے پاس حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے جو خطوط موجود ہیں، ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ والد ماجد رحمہ اللہ نے سراج الفقہا دام فضلہ کو آج سے تقریباً پچیس سال پہلے سب سے پہلے ۲۰/رمضان المبارک کے مہینے ۱۴۱۳ھ میں فقیہ اسلام سے یاد فرمایا اور آپ کو جدید اعتراض کے حل کرنے کی دعوت دی، نیز آپ کو ایسا مشورہ دیا جس کی وجہ سے آپ کی کتابیں عرصہ دراز تک باقی رہیں، یہ ایسی باتیں ہیں جن سے واضح طور پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ چھوٹے بڑے کی تفریق کیے بغیر حضور سراج الفقہا دام ظلہ کو پچیس سال پہلے ہی سے فقیہ اسلام سمجھتے تھے، ان کی تحقیق پر اعتماد کامل کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے قلبی لگاؤ بھی رکھتے تھے۔

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ اپنے ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیہ اسلام المفتی العلام حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب زیدت محاسنکم۔

وعلیکم السلام و رحمتہ و برکاتہ، ثم السلام علیکم، خیریت طرفین، بارگاہ رب العزت نیک مطلوب، براؤں شریف حاضر ہوا؛ تو آپ کا مکتوب گرامی دستیاب ہوا، مگر افسوس کہ دار العلوم فیض الرسول میں ۵ر شعبان المعظم ہی کو طلبہ کے لیے تعطیل کلاں کا اعلان کر دیا گیا؛ تو وہ سب چلے گئے یہاں تک کہ اکثر علما کے خدام بھی نہیں رہ گئے۔

....اس لیے آپ کے والد گرامی مرحوم کے لیے قرآن خوانی ہم نہیں کرا سکے، یاد داشت کے لیے آپ کا خط ڈسک پر رکھ لیا ہے، ان شاء اللہ الرحمن طلبہ کے آنے پر شوال میں کرائیں گے۔

البتہ آج ۱۱ر شعبان کی صبح تک ہماری تلاوت ستائیسویں پارہ تک ہوئی؛ تو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آپ کے والد گرامی کو اس کا ایصال ثواب کر دیا ہے، خدائے تعالیٰ قبول فرمائے، جنت الفردوس میں انھیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی دینی خدمات کی برکت سے قیامت تک روز بروز ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتا رہے، آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

میری خواہش تھی کہ میں تیسویں پارہ تک تلاوت مکمل کرنے کے بعد ایصال ثواب کروں مگر سال آخر کی مصروفیات کے سبب ایسا نہ ہو سکا...اپنے جیب خاص سے خرید کر ہم نے ایک زمین وقف کی ہے، اس پر مدرسہ بنوانے کے لیے ماہ رمضان میں بمبئی کا سفر کریں گے پھر زندگی رہی؛ تو ان شاء اللہ المولی تعالیٰ ۸ر شوال کو براؤں شریف حاضر ہوں گے۔ احباب اور گھر کے لوگوں کو سلام کہیں، بچوں کو دعائیں۔

فقط والسلام جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر شعبان المعظم ۱۴ھ

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کو ۵ر شعبان المعظم کے دن چھٹی ہونے کے بعد حضور سراج الفقہا دام کرمہ کے والد محترم مرحوم کے انتقال کی خبر ملی؛ تو حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کو افسوس ہوا کہ اس وقت طلبہ سے قرآن خوانی کرا کے ایصال ثواب نہ کرا سکے اور بطور یاد داشت خط ڈسک پر رکھ لیا تاکہ شوال المکرم میں جب طلبہ آئیں؛ تو اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرا کے ممدوح مکرم کے والد ماجد مرحوم کو ایصال ثواب کر دیا جائے، اگرچہ طلبہ چلے گئے تھے مگر آپ نے اسی وقت اپنا ستائیس پارہ قرآن پاک پڑھا ہوا، انھیں نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ ایصال ثواب کر دیا اور یہی نہیں بلکہ حضور سراج الفقہا دام ظلہ کی دینی خدمات کی وجہ سے آپ کے والد ماجد مرحوم کے لیے قیامت تک درجات بلند کرنے کی دعا فرمائی، حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کا سراج الفقہا دام کرمہ سے یہ وہ گہرا قلبی لگاؤ تھا جسے صالح قلب والے ہی سمجھ کر اسے قبول کر سکتے ہیں۔

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

محترم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زیدت محاسنکم......

حضرت علامہ بدر الدین علیہ الرحمۃ اور والد ماجد حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ نے ایک ہی مسئلہ یعنی مرتد سے قلبی لگاؤ کے متعلق فتوی لکھا تھا، مگر دونوں حضرات کے فتاوی میں کچھ اختلاف تھا، حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے دونوں فتاوی حضور سراج الفقہا دام ظلہ کے پاس بطور استفتا ارسال فرمایا اور دونوں فتاوی میں جو بھی خامیاں ہوں، انھیں اجاگر کر کے استفتا کا جواب طلب کیا، قارئین کرام اسے حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"دونوں فتوے آپ کے سامنے ہیں، ان میں جو خامیاں ہوں، انھیں ظاہر کرتے ہوئے آپ استفتا کا جواب تحریر فرمائیں"۔

(خط ص ۲) جلال الدین احمد الامجدی

۴ر صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

اپنے ایک خط میں حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

باسمہ تعالیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زیدت محاسنکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، خیریت طرفین، بارگاہ رب العزت نیک مطلوب۔

مندرجہ ذیل مسئلہ میں اپنی تحقیق انیق سے مطلع فرمائیں....

جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر محرم الحرام ۲۰ھ

قربان جائیے حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی اصاغر نوازی اور حوصلہ افزائی پر کہ آپ نے اپنے سے کم عمر حضور سراج الفقہا دام فضلہ سے دونوں فتاوی کی خامیاں بیان کر کے استفتا کے جواب کا

مطالبہ کیا اور ایک دوسرے جدید مسئلہ میں آپ کی تحقیق طلب فرمائی، اس عمل سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ پوری دنیاے سنیت کے فقیہ ملت ہونے کے باوجود 'میں میں' سے پاک وصاف تھے اور اپنے سے چھوٹی عمر والوں سے بھی فقہی جواب لینے اور اصلاح قبول کرنے سے عار محسوس نہیں کرتے تھے، وہیں یہ بھی واضح ہوا کہ حضور محقق مسائل جدیدہ دام کرمہ آپ کی نظر میں حقیقی معنوں میں فقیہ تھے بلکہ فقہ کے اعلی درجہ پر فائز تھے، میں میں کرنے والے ہر عالم، فقیہ اور ہر عام و خاص میں سے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے فقیہ ملت رحمہ اللہ کے اس اعلی کردار میں عظیم عبرت ہے۔

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ حضور سراج الفقہا دام کرمہ کی کتاب: 'جدید بینک کاری اور اسلام' کی تصدیق جمیل میں فرماتے ہیں:

"فقیہ اسلام حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زید مجدہم کا رسالہ 'جدید بینک کاری اور اسلام' کا ہم نے بالاستیعاب مطالعہ کیا جس میں فاضل جلیل نے امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمن، پرتگال، نیپال، اور ہندوستان جیسی حکومتوں کے بینک و ڈاک خانے میں اور ان ممالک کے غیر مسلم باشندے جو ذمی و مستامن نہیں ہیں، ان کے پاس روپیہ رکھنے میں اصل سے زائد رقم لینے کے جواز پر اور دیگر مسائل سے متعلق جو تحقیق پیش کی ہے، میں اس سے پورے طور پر متفق ہوں"۔ (ص ۲۵)

حضور سراج الفقہا دام ظلہ کی کتاب: 'شیر بازار کے مسائل' پر حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی پوری تصدیق جمیل من وعن بنظر عبرت ملاحظہ فرمائیں:

"عالم نبیل، فقیہ جلیل، حضرت علامہ الحاج مفتی نظام الدین صاحب رضوی زید مجدہم نے اپنی گراں مایہ تصنیف میں ازالہ شبہات کے ساتھ ساتھ واضح دلائل پر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھی ہے، دنیاے اسلام کی عبقری شخصیت، فقیہ بے بدل، مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے فتوی پر سیر حاصل بحث کرنے اور اس کے مضمرات کی بھرپور وضاحت پر میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں، یقیناً عزیز موصوف اہل سنت و جماعت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں، ان کی دقیق نظر اور باریک بینی دوسروں کے لیے فکر ساز اور رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں ان کی اس تحقیق سے پورے طور پر متفق ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ خداے عزوجل ان کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے، ہمیشہ انھیں صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے، اس طرح کے مشکل مسائل حل کرنے کی انھیں مزید توفیق رفیق بخشے اور ان کی ساری دینی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزاے جلیل سے سرفراز فرمائے، آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد امجدی، ۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے اپنی ان دونوں تقریظ جمیل میں حضور سراج الفقہا دام ظلہ کی تحقیق سے اتفاق کیا، آپ کو فقیہ جلیل سے یاد کیا، آپ کی کتاب: 'شیر بازار کے مسائل' کو گراں مایہ تصنیف قرار دیا، حضور اعلی حضرت مجدد دین و ملت رحمہ اللہ کے فتوی پر آپ کی سیر حاصل بحث اور مضمرات کی بھرپور وضاحت پر مبارکباد پیش کی، آپ کو عزیز موصوف سے یاد فرمایا، آپ کو اہل سنت و جماعت کے لیے سرمایہ افتخار قرار دیا، آپ کی دقیق نظر اور باریک بینی کو دوسروں کے لیے فکر ساز اور رہنما اصول بتایا اور آپ کی عمر میں خیر و برکت، ہمیشہ صحت و سلامتی، مزید مشکل مسائل حل کرنے کی توفیق اور ساری دینی خدمات قبول کرنے کی دعا کے ساتھ اجر جزیل و جزاے جلیل عطا کرنے کی دعا فرمائی۔

والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ اپنے ایک خط میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

باسمہ تبارک وتعالی

محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب رضوی زیدت محاسنکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عوافی طرفین مطلوب۔

افتا کے مراسلاتی کورس کرنے والوں کا امتحان آپ ہی کو لینا ہے، جس کا ذکر میں آپ سے پہلے بھی کر چکا ہوں۔

دستار مفتیان اسلام کا اجلاس ۵؍ صفر المظفر ۲۲ھ مطابق ۲۹؍ اپریل ۲۰۰۱ء بروز یک شنبہ ہونا طے پایا ہے؛ لہذا آپ ۴؍ صفر المظفر ۲۲ھ بروز شنبہ ۲۸؍ اپریل کی شام کو یہاں ضرور تشریف لے آئیں کہ اتوار کی صبح امتحان ہوگا اور رات میں دستار بندی ہوگی۔

دعوت اور زاد راہ پیش کرنے کے لیے عزیزم مولانا محمد ابرار احمد امجدی کو بھیج رہا ہوں۔

حضرت سربراہ اعلی صاحب، حضرت علامہ مصباحی صاحب اور جامعہ اشرفیہ کے دیگر اساتذہ کو السلام علیکم ،فقط والسلام۔

جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ذوالحجہ ۲۱ھ

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے اس دار فانی سے کوچ کرنے سے چھ مہینے قبل ۲؍ذوالحجۃ ۲۱ھ حضور سراج الفقہا دام ظلہ کو خط لکھا، اس میں ۵؍صفر المظفر ۲۲ھ کو دستار مفتیان کا اجلاس ہونے سے ایک دن پہلے مراسلاتی کورس کرنے والوں کا امتحان لینے کی دعوت دی، امتحان آپ ہی کو لینا ہے اور آپ یہاں ضرور تشریف لائیں جیسے جملے سے تاکید بھی فرمائی، یقینا یہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی طرف سے حضور سراج الفقہا دام ظلہ پر شفقت و محبت تھی اور اس کا برملا اظہار بھی تھا۔

آداب اختلاف فقہا :

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ آداب اختلاف فقہا سے بخوبی واقف ہونے کے ساتھ اس پر عامل بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا فتوی لاؤڈ سپیکر پر نماز کے عدم جواز اور سراج الفقہا دام ظلہ کا فتوی اس پر جواز کا تھا، اس اختلاف کے باوجود بھی والد ماجد فقیہ ملت رحمہ اللہ آپ کا احترام کرتے اور آپ کی عزت اور حوصلہ افزائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور آپ کو مرکز تربیت افتا میں بحیثیت فقیہ و محقق دعوت دیتے بلکہ حد تو یہ ہے کہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے اس دار فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ذمہ داران کے سامنے آپ ہی کو مرکز تربیت افتا کی ذمہ داری سونپنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں رہا، خیر اس اختلاف کے باوجود آپ نے سراج الفقہا دام کرمہ کی لاؤڈ سپیکر پر کی گئی تحقیق کو سراہا اور اس کی تعریف کی، آپ بھی حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی اس وسعت قلبی کو ملاحظہ فرمائیں، آپ اپنی بڑی ہمشیرہ کی لڑکی کے صاحبزادے عالی جناب محمد احمد عرف. ببلو ٹانڈوی سے ان کے گھر پر بات کرتے ہوئے کھلے دل سے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

"مفتی نظام الدین صاحب قبلہ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور کی جانب سے مخالفین کے سیمینار میں شرکت کرتے ہیں، وہاں پر بھی جدید مسائل میں ان کی فقہی مہارت کا لوہا مانا جاتا ہے، ان شاء اللہ مستقبل میں یہی فقہ و فتاوی میں مرجع خلائق اور سب سے آگے ہوں گے، انھوں نے لاؤڈ سپیکر پر نماز کے جواز سے متعلق اپنی بہترین تحقیق انیق صفحہ قرطاس کر دی ہے، مگر اس تحقیق کو ہم لوگوں کے لحاظ میں منظر عام پر نہیں لا رہے ہیں"۔

آج بعض لوگوں کو حضور سراج الفقہا دام ظلہ کے متعلق حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی طرف سے کی گئی یہ عزت افزائی، تفقہ فی الدین میں ملکہ حاصل ہونے کا اعتراف اور اعلی درجہ کا قلبی لگاؤ ایک آنکھ نہیں بھاتا بلکہ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں: جس وقت حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے یہ بات کہی تھی اس وقت حضور سراج الفقہا دام ظلہ کی وہ حرکتیں نہیں تھیں جو وہ آج کل کر رہے ہیں!

جان عزیز عرض ہے کہ اگر حرکتوں سے فروعی مسائل میں تحقیق کی بنا پر اختلاف مراد ہے؛ تو میں کہتا ہوں ایسی نیک حرکتیں باعث برکت ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو حضور سراج الفقہا دام ظلہ کے اندر حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی حیات ہی میں تھی جس پر لاؤڈ سپیکر کا مسئلہ شاہد ہے بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں بلا واسطہ خود حضور سراج الفقہا دام ظلہ کا حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ سے اختلاف تھا مگر فقہی فروعی مسائل میں اختلاف پر ان کی اعتدال پسندی اور اعلی ظرفی پر قربان جائیے کہ کبھی اس اختلاف کی وجہ سے آپس میں کوئی دراڑ نہیں پڑی بلکہ اعتراف تحقیق و تدقیق کا مزید جذبہ بڑھتا گیا اور حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے اس کا کھل کر اظہار بھی کیا۔

اور اگر عقیدہ و عمل کی بات ہے؛ تو الحمد للہ حضور سراج الفقہا دام ظلہ کا عقیدہ و عمل دونوں سلامت ہے بلکہ آپ اعلی درجہ کے متقی و پرہیزگار ہیں، اعلی اخلاق و کردار آپ کا بہترین زیور ہے اور تکبر و انانیت آپ کو چھو کر بھی نہیں گزری اور ان شاء اللہ تا حیات انھیں اوصاف حمیدہ پر برقرار رہیں گے؛ اس لیے حق یہ ہے کہ اگر آج حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ باحیات ہوتے؛ تو ڈنکے کی چوٹ پر حضور سراج الفقہا کی حوصلہ شکنی کے بجائے مزید حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کے آگے بڑھنے کے لیے راہیں ہموار فرماتے۔

ہمیں بھی حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے اس اعلی کردار اور وسعت قلبی سے عبرت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالی حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کی مسائل کے متعلق اس وسعت قلبی کا ہمیں بھی کچھ چھینٹا عطا فرمائے، آمین۔

فقیہ اسلام سے مفتی اعظم ہند تک:

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھنے کے ساتھ فقہ کا زیادہ مطالعہ کرو کہ اللہ و رسول کے نزدیک سب سے بڑا عالم وہی ہوتا ہے جو فقہ میں زیادہ ہوتا ہے اگرچہ دوسرا حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو“۔

حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے اعتبار سے اللہ و رسول کے نزدیک سب سے بڑا عالم وہی ہوتا ہے جو فقہ میں زیادہ ہوتا ہے اور اس میں دو رائے نہیں کہ حضور سراج الفقہا دام ظلہ فقہی بصیرت اور تفقہ فی الدین میں امتیازی شان رکھتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ جیسے محتاط عالم وفقیہ نے آپ کی علمی شخصیت کو تسلیم کیا، صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ آج سے پچیس سال پہلے ۱۴۱۳ھ میں آپ کو فقیہ اسلام سے یاد کیا اور آج سے اٹھارہ سال قبل آپ کو محقق مسائل جدیدہ سے یاد فرمایا، نیز آپ کے بارے میں دو مرتبہ ’مفتی اعظم‘ ہونے کی پیشین گوئی فرمائی:

(الف) غالباً جامعہ اشرفیہ میں منعقد ۱۹۹۳ء کے پہلے سیمینار کے موقع پر حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ’شیر بازار‘ کے متعلق حضور سراج الفقہا دام ظلہ کی تحقیق اورآپ کی تحقیق پر اعتراضات کے جوابات سننے کے بعد آپ سے فرمایا: ”آپ مستقبل کے فقیہ اعظم ہوں گے“۔

(ب) والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے انتقال سے تقریباً دو سال پہلے ایک بار ’فتاوی رضویہ‘ کے کسی مسئلہ کے متعلق آپ کی نظر میں تعارض پیش آیا، مگر کوشش کے باوجود وہ تعارض ختم نہیں ہوا، جب حضور سراج الفقہا دام ظلہ بحیثیت ممتحن ’مرکز تربیت افتا‘ تشریف لائے؛ تو حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے بلا تامل سراج الفقہا دام ظلہ کے سامنے وہ مسئلہ رکھا، آپ نے کچھ وقت غور وفکر کرنے کے بعد دفع تعارض پیش کر دیا؛ تو اس وقت بھی حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ نے حدیث شریف کے مطابق کہ لوگوں کو ان کا مقام دو، آپ نے یہ برجستہ کہنے پر کوئی جھجھک محسوس نہیں کی: ”آپ مستقبل کے مفتی اعظم ہوں گے“۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر کے علما وفقہا کے درمیان حضور سراج الفقہا دام ظلہ کے اندر جو فقہی تحقیق و تدقیق اور تنقید و تصنیف کی صلاحیت پائی جاتی ہے، کسی اور کے اندر مشکل ہی سے مل سکتی ہے، بلکہ بعض وہ مسائل جن کی وجہ سے آپ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا، آج تقریباً پوری یا اکثر امت مسلمہ انھیں مسائل پر عمل کر رہی ہے یا عمل کرنے پر مجبور ہے، اگر دور حاضر میں آپ جیسا فقیہ، محقق و مدقق چراغ لے کر ڈھونڈا جائے؛ تو ملنا بہت بعید ہے؛ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور سراج الفقہا دام کرمہ اپنے وقت کے ’مفتی اعظم‘ ہیں؛ لہذا آپ کا یہ حق ہے کہ آپ کو دوسرے القاب کے ساتھ ساتھ، اس عظیم لقب خاص ’مفتی اعظم ہند‘ سے بھی یاد کر کے آپ کی حوصلہ افزائی کی جائے اور آپ کی عظیم خدمات اور قربانیوں کو سراہا جائے۔

محقق مسائل جدیدہ اور مرکز تربیت افتا:

والد ماجد حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ جب اس دار فانی سے ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں کوچ کر گئے؛ تو تربیت افتا کے موجودہ طلبہ پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑا، انھوں نے اس ’مرکز تربیت افتا‘ کو چھوڑ کر دوسرے ادارہ میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا، یقیناً ان کا یہ اقدام حضور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے خون پسینے سے سینچے ہوئے اس چمن کے لیے بہت بڑا خسارہ ہوتا، اس عظیم خسارہ سے ادارہ کو بچانے کے لیے منتظمین مدرسہ نے آپ کے عرس چہلم کے موقع پر اکابرین علما کی ایک میٹنگ منعقد کی، علما و مفتیان کرام کی بھیڑ میں ان علمائے ذوی الاحترام کی نظر انتخاب سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ پڑی، ان کے نام پر سب کا اتفاق ہو گیا، مگر سراج الفقہا دام ظلہ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے معذرت چاہی، پھر جب علمائے کرام نے اصرار کیا؛ تو آپ نے خاموش زبان میں ہاں بھر لی، لیکن کوشش کے باجود بھی اس اہم امر کے لیے اپنا زیادہ وقت نہ دے سکے، پھر کچھ دنوں بعد جب رمضان کے مبارک مہینہ میں شہزادہ فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی، ناظم اعلی مرکز تربیت افتا اور مفتی اختر حسین علیمی، دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، جامعہ اشرفیہ گئے اور سراج الفقہا دام فضلہ کے سامنے ساری باتیں رکھیں؛ تو آپ وقفے وقفے سے اوجھا گنج تشریف لانے لگے اور فقیہ ملت رحمہ اللہ کے لگائے ہوئے چمن مرکز تربیت افتا سرسبز وشاداب رکھنے کے لیے طلبہ کے ساتھ شہزادہ فقیہ ملت مفتی ابرار احمد امجدی صاحب قبلہ کی بہترین و عمدہ تربیت شروع کر دی۔

تربیت کا طریقہ کار:

حضور سراج الفقہاء دام کرمہ کی تربیت کا طریقہ کار یہ تھا کہ فتاوی کی تصدیق پہلے مفتی ابرار احمد امجدی، ناظم اعلی مرکز تربیت افتا

کرتے، پھر جب آپ اوجھاگنج تشریف لے جاتے؛ تو آپ ان پر نظر ثانی فرماتے، اگر کہیں اصلاح کی ضرورت پڑتی؛ تو اس کی اصلاح کرتے اور طلبہ کو بھی اپنے مفید مشوروں سے نوازتے اور فقہی معاملات میں ان کی بہترین رہنمائی کرنے کی کوشش کرتے، اسی درمیان آپ نے ایک عمدہ کام یہ بھی کیا کہ بہار شریعت کے ہر حصہ سے باب در باب سوالات مرتب کرکے دے دیا اور یہ رہنمائی فرمادی کہ کون سا مسئلہ کہاں ملے گا اور اس کی اصلاح کیسے کی جائے گی، نیز مشق افتا سے متعلق اصول و آداب بھی مرتب فرمادیئے تاکہ اس کی روشنی میں طلبہ جہد مسلسل کرکے فتوی نویسی میں مہارت حاصل کرسکیں اور قوم وملت کے لیے سرمایہ افتخار بنیں۔

مرکز تربیت افتا کی مدت خدمت:

حضور سراج الفقہا دام ظلہ العالی اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اسی طرح تقریبًا بارہ سال تک مرکز تربیت افتا کی عظیم خدمت انجام دیتے رہے، پھر جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے صدر شعبہ افتا، شیخ الحدیث اور صدارت کے عظیم منصب کے سنبھالنے اور مزید دیگر مصروفیات کی وجہ سے مرکز تربیت افتا کو خاطر خواہ وقت دینے سے قاصر ہوگئے؛ اس لیے آپ سن ۲۰۱۶ء میں یہ کہتے ہوئے اپنی ذمہ داری سے دست بردار ہوگئے: ''میں نے مولانا ازہار احمد امجدی کو جامعہ ازہر، مصر جانے سے پہلے ہی خوب توجہ سے دو سال فتوی نویسی کی تربیت دی ہے اور مفتی ابرار احمد امجدی صاحب بھی اس لائق ہوگئے ہیں کہ طلبہ کی نگرانی بآسانی کرسکیں، اس پر مفتی ابرار امجدی صاحب قبلہ نے عرض کیا: ''حضور ہم دونوں بھائی مل کر اس کو صحیح طریقہ سے انجام دینے کی کوشش کریں گے اور اگر کسی مسئلہ میں تامل ہوا؛ تو آپ کی بارگاہ میں رجوع کرکے تبادلہ خیال کرلیں گے''۔

الحمد للہ راقم الحروف محدث کبیر، سراج الفقہا دام ظلہما نیز برادر اکبر حضرت مولانا انوار احمد قادری زید مجدہ، سجادہ نشیں خانقاہ امجدیہ و سربراہ اعلی مرکز تربیت افتا کی سرپرستی اور برادر کبیر حضرت مولانا مفتی محمد ابرار احمد امجدی زید مجدہ، ناظم اعلی مرکز تربیت افتا کی نگرانی وصدارت میں حتی الامکان شعبہ فتوی نویسی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہے، اللہ تعالی ہمیں اپنی توفیقات سے نوازے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

••◘••

(ص:۱۹ کا بقیہ)... اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبت ہے اور کن کن طریقوں سے اللہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

*** جنت کی بشارت ***

حدیث شریف میں آتا ہے: ایک دن مجلس میں نبی رحمت ﷺ نے صحابہ کرام سے سوالات کیے:

*آپ ﷺ نے پوچھا: آج کس نے جنازے میں شرکت کی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ *آپ ﷺ نے فرمایا: آج کس نے بھوکے کو کھانا کھلایا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ *آپ ﷺ نے پھر سوال کیا: آج کس نے اللہ کی رضا کے لیے روزہ رکھا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ *آپ ﷺ نے ایک بار پھر پوچھا: آج کس نے بیمار کی عیادت کی؟ *سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے۔

نبی ﷺ نے فرمایا جس آدمی میں یہ ۴ باتیں جمع ہوجائیں وہ جنتی ہے۔

*** خدمت خلق کے فوائد ***

خدمت خلق سے اللہ کی رضا اور اس کے قرب کا حقدار بن جاتا ہے کہ اللہ اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو انسانوں کے لیے نفع بخش ہو۔ خدمت کا سب سے اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ خادم و مخدوم کے درمیان محبت و الفت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اور باہمی قربت بڑھتی ہے۔ اس کے باعث انسان برے اخلاق اور اس کے دامن فریب سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ کبر و نخوت، ظلم و دہشت، جبر و تشدد، جیسی خطرناک بیماریوں کا علاج خدمت خلق کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔

خدمت خلق کے لیے محبت و شفقت اور ہمدردی و اخلاص کے علاوہ ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

خدمت خلق کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی غیب سے ان کی مدد فرماتا ہے: وللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ"

"اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے"(ابن ماجہ: ۱۸۴)

خدمت خلق میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں۔ ہاں مسلمان سے ہمدردی زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ لیکن اگر کوئی غیر مسلم بھی ہمدردی اور مدد کا مستحق ہو تو اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ سب اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ ◘◘◘

ہندوستان میں تعصب اور تنگ نظری

عظیم اختر

مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد یہ ہمارے ملک ہندوستان جنت نشاں کی تاریخ کی ایک ہمالیہ سچائی ہے کہ برطانوی سامراج نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے سادھوؤں، سنتوں، رشی منیوں اور صوفیوں کی تعلیمات کی روشنی میں انسان دوستی، پیار و محبت مذہبی اخوت ورواداری، باہمی میل ملاپ اور وسیع النظری کی راہ پر گامزن ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت، مذہبی تنگ نظری، تعصب اور عدم رواداری کو نہایت ہی شاطرانہ اور مکارانہ انداز سے نہ صرف فروغ دیا بلکہ ایسے ان گنت اداروں کو بھی جنم دیا اور در پردہ مالی مدد کی جنھوں نے مذہبی تنگ نظری، لسانی، سماجی تعصب اور دقیانوسی سوچ وفکر کا کالا چشمہ لگا کر برطانوی سامراج کے مذموم منصوبوں پر نہایت ہی چالاکی سے زمینی سطح پر عمل کیا۔ برطانوی سامراج کے مذموم منصوبوں اور متعصبانہ سوچ وفکر نے انگریزی اور ہندی کے ساتھ ہندوستان کی اور دوسری زبانوں میں ایسے ان گنت ہسٹوریز پیدا کر دیے جنھوں نے یہودو نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور مسلم بیزاری کی تمام روایتوں کو تروتازہ کرتے ہوئے چھ سات صدیوں پر محیط مغل حکمرانوں کے دور حکومت میں کیڑے نکالنے اور ہر مغل بادشاہ کو ہندو دشمن اور مندر شکن قرار دینے کا وہ فریضہ ادا کیا ہے جس کی شدت اور تپش نے آں جہانی ڈاکٹر امبیڈکر، پنڈت نہرو، مولانا آزاد، سردار پٹیل جیسے وسیع النظر رہنماؤں کے لگائے ہوئے سیکولرزم کے پودے کو جھلسا دیا ہے۔ مذہبی رواداری، اس اخوت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی جیسے الفاظ اب معنویت کھوتے جا رہے ہیں۔ گورکشا کے نام پر اور بیف کے شبہ میں مسلم دشمنی کا ننگا ناچ شروع ہوتا ہے اور انتظامیہ اس مذموم، عدم رواداری، تنگ نظری کے مظاہرے کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوئے کھڑا نظر آتا ہے۔

جارحیت اور ننگی بربریت کے سامنے جب انتظامیہ اور قانون چپ سادھ لے یا آسمان کو تکنے لگے تو ایسے موقعوں پر تقسیم وطن کے پر آشوب دور میں دہلی کے سٹی مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز اور اردو دنیا کی مشہور شخصیت کنور مہندر سنگھ بیدی جیسا بے تعصب اور انسان دوست افسر یاد آ جاتا ہے جنھوں نے اس زمانے میں ہونے والی روزانہ کی چھرے بازی کو سختی سے روکنے اور چھرے بازی کرنے والوں کے خلاف بلا تعصب ایکشن لینے کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی خود نوشت 'یادوں کا جشن' میں لکھا ہے کہ دہلی کے نظم ونسق کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر وزیر داخلہ آنجہانی سردار پٹیل صاحب کے دفتر میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ کافی دیر تک دہلی میں امن و امان قائم رکھنے پر بات چیت ہوتی رہی جب سب اپنی اپنی کر چکے تو میں نے وزیر داخلہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ عرض کروں۔ اس پر وزیر داخلہ نے فرمایا ضرور کیجیے۔ چنانچہ میں نے گزارش کی کہ اگر دہلی شہر کا نظم ونسق صحیح معنوں میں ایک ہفتہ کے لیے میرے حوالے کر دیا جائے تو میں ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ خنجر زنی کی وارداتیں بند ہو جائیں گی۔ اس پر سردار پٹیل نے ڈی سی رندھاوا اور ڈی آئی جی سے کہہ دیا کہ جس طرح سے بیدی صاحب چاہیں اسی طرح سے تمام انتظام کیا جائے۔ میں میٹنگ کے ختم ہوتے ہی کوتوالی آ گیا۔ ڈی آئی جی سے کہا کہ مجھے پچاس آدمی پولیس کے دے دیے جائیں جو سفید کپڑوں میں ہوں لیکن ان کی جیب میں پستول ہو۔ اس کے بعد میں نے پریس کانفرنس بلائی اور اس میں یہ بیان دیا کہ پانچ سو سفید کپڑوں والے پولیس کے آدمیوں کو مسلمانوں کا بھیس بدلوا کر پستولوں سے مسلح کر کے شہر کی گلیوں میں گشت کرنے پر مامور کر دیا گیا ہے اور انھیں حکم دے دیا گیا ہے کہ اگر انھیں کہیں شک گزرے کہ کوئی ان پر حملہ کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اس پر گولی چلا دیں۔ ان دنوں رات رات بھر نعرے لگا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ میں نے پبلسٹی وین میں بیٹھ کر سارے شہر کا چکر لگایا اور اعلان کیا کہ اگر رات کے وقت کہیں سے یا کسی مکان سے کوئی نعرہ لگے تو میں اس مکان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ یہ بھی اعلان کیا کہ لوگ اپنے اپنے محلوں اور گلیوں میں پہرا دیں، کسی جگہ خنجر زنی کی واردات ہو گئی تو میں اردگرد کے جتنے گھر والے ہیں سب کو پکڑ کر حوالات میں بند کر دوں گا۔ یہ سارا کام شام کے چھ سات بجے تک ختم ہو گیا اور میں کوتوالی لوٹ

آیا۔ ابھی مجھے کوتوالی پہنچے ہوئے آدھا گھنٹہ ہی ہوا ہوگا کہ ٹیلی فون آیا کہ گلی مرغان کے نکڑ پر ایک آدمی کو چھرا مارا گیا ہے مگر اسے معمولی سی خراش آئی ہے۔ میں فوراً کافی تعداد میں نفری لے کر وہاں پہنچا اور وہیں موقع پر بیٹھ کر ارد گرد کے گھروں کی فہرست بنائی اور ہر گھر میں جو کنبے کا مالک تھا اسے گرفتار کر لیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو آدمی اس طرح گرفتار ہوئے ان میں سے کئی تو میرے واقف کار ہی نہیں بلکہ ملنے والوں میں سے تھے جنہوں نے مجھ پر تعلقات کا دباؤ ڈالا۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا اس وقت شہر کے امن و امان کا سوال ہے آپ میرے ساتھ تعاون کیجیے۔ چنانچہ سب لوگ ایک رات کوتوالی کے حوالات میں رہے۔ اس شام کی یہ خنجر زنی آخری خنجر زنی تھی اس کے بعد کوئی اس قسم کی واردات نہیں ہوئی، رات کے نعرے بھی ختم ہو گئے لوگوں میں خود اعتمادی لوٹ آئی۔ وہ لوگ جو ہر وقت خوف کے مارے گھروں میں گھسے رہتے تھے، گلی محلوں میں نکلے ایک دوسرے سے میل جول بڑھایا اور فضا خدا کے فضل سے ہموار ہونا شروع ہو گئی "۔

یہ اس دور کا واقعہ ہے جب انتقام کا جذبہ سر چڑھ کر بول رہا تھا آج کے حکمرانوں کی آئیڈیل شخصیت اور مرد آہن سردار پٹیل وزیر داخلہ تھے، انھوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اور دہلی میں امن و شانتی کا ماحول پیدا کرنے کے لیے سٹی مجسٹریٹ کو کھلی چھوٹ دے دی تھی اور سٹی مجسٹریٹ نے جو کہا وہ نہ صرف کر دکھایا بلکہ ایک فرض شناس افسر اور انسان دوست شخصیت ہونے کے ناطے زندگی کے معمولات کو صحیح ڈگر پر لانے کے لیے وہ راہ کھول دی جس کا اس وقت شاید تصور بھی کٹھن تھا۔ لیکن یہ ایک المیہ سے کم نہیں کہ ہمہ جہت ترقی کا راگ الاپنے اور سردار پٹیل کے گلے میں دنیا بھر کی تعریف و توصیف کے سنہرے ہار ڈالنے والے آج کے حکمران گئو رکشا کے نام پر اور بیف کے شبہ میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر بربریت کا ننگا ناچ دکھانے والوں کو قانون سے بچانے کے لیے تمام گھوڑے کھول دیے ہیں۔ جموں میں ایک مسلمان لڑکی کے اغوا، مندر میں ریپ اور پھر قتل جیسے گھناؤنے اور شرم ناک واقعہ کو انجام دینے والے ملزموں کو جموں میں حکمراں ٹولے کے چیلے چانٹوں نے قانون سے بچانے کے لیے جو ہنگامہ آرائی کی اور جو رویہ اختیار کیا وہ سردار پٹیل جیسی شخصیت کی مالا جپنے والوں کے چہروں پر ایک بڑے اور بدنما داغ سے کم نہیں، لیکن یہ ایک irony سے کم نہیں کہ ہندوتوا کا نام لے کر سیاست کی دکان چمکانے والے اور بیٹی بچاؤ کے بلند بانگ دعویٰ کرنے والوں کو اس چمکتے ہوئے داغ کا رتی بھر بھی احساس نہیں جس نے عالمی برادری میں صوفی، سنتوں، رشی منیوں کی اس دھرتی کی شبیہ مسخ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

مغل حکمرانوں کے دور حکومت کو ہندو دشمن اور مندر شکن قرار دے کر اور سیاہ چشمہ لگا کر برطانوی سامراج کے پروردہ تاریخ دانوں نے جس طرح سابقہ حکمرانوں میں صرف کیڑے ہی نکالے اسی راہ پر آج ہمارے حکمران بڑی تیزی سے گامزن ہیں اور آج کی تاریخ میں درپیش ملک کے ہر اقتصادی، سیاسی، سماجی، معاشی، مالی مسئلہ کو سابقہ حکمرانوں کے گلے میں ڈال کر اور لفظوں کی بازی گری کرتے ہوئے صرف یہ تاثر قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے کہ گذشتہ ۷۰ سالوں میں ملک میں کچھ نہیں ہوا۔ گویا ۷۰ سالوں کے طویل عرصہ میں جن پردھان منتریوں نے ملک کا سنگھاسن سنبھالا وہ نا اہل تھے یا پھر ان پردھان منتریوں نے ملک کو دیدہ و دانستہ ترقی کی راہ پر نہیں ڈالا، ان ۷۰ سالوں میں حسن اتفاق سے اٹل بہاری واجپائی کا دور سربراہی بھی شامل ہے۔ اپنے ملک اور اپنے ملک کے عوام کی ترقی کے لیے ان کا ویژن بہت وسیع تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے چند سالہ دور حکومت میں ملک کے لیے کچھ نہ کیا ہو یا ملک کی ترقی کے لیے کوئی منصوبہ نہ بنایا ہو۔ مہذب اور کلچرڈ ملکوں میں سیاسی قدروں اور روایتوں کا احترام کرتے ہوئے اقتدار سنبھالنے والے نئے حکمران سستی مقبولیت حاصل کرنے کے لیے سابق حکمرانوں کی کارکردگی پر یوں ایک طرفہ جھاڑو پھیر بیان نہیں دیا کرتے۔ ہمارے ملک کی صدیوں پرانی تہذیب بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر اس ملک کی صدیوں پرانی تہذیب اس کی اجازت دیتی تو ہم سمجھتے ہیں کہ اٹل بہاری واجپائی جی جن کی زندگی کا بڑا حصہ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے گلیاروں میں گزرا اور اپنے زمانے کی ہر حکومت کی کارکردگی کے شاہد تھے۔ پردھان منتری کا عہدہ سنبھالتے ہی سابقہ حکمرانوں اور حکمران جماعتوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتے، لیکن وہ جس فہم و بصیرت، فکر و تدبر، وژن اور وسیع النظری کے مالک تھے اس نے ان کو کبھی اتنے نیچے اترنے نہیں دیا۔ یہی حال اس زمانے کے حزب مخالف کا تھا جس کے یہاں تنقید برائے تنقیص کی پرچھائیاں بھی نظر نہیں آتی تھیں، لیکن آج اقتدار سے چپکے رہنے اور اقتدار تک پہنچنے کی شدید خواہش نے......

(باقی ص:۵۵ پر)

حجامہ: علاج بھی، سنت بھی

ڈاکٹر محمد مبشر نعمانی

انسانی جسم کی صحت کا دارومدار صاف خون پر ہے۔ اگر خون فاسد ہو تو انسان مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حجامہ دنیا میں تیزی سے مقبول ہونے والا طریقہ علاج ہے۔ جسے جدید سائنس میں cupping therapy کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو ایک چھوٹے آپریشن کے مانند ہوتا ہے۔ جس میں جسم کے مختلف جگہوں پر ویکوم پریشر Vacuum Pressure کے ذریعے فاسد مادے (بے کار چیزوں) کو باریک باریک خراش لگا کر خون کی شکل میں نکالا جاتا ہے۔ جو مردہ خلیوں (Cells) کو نئی زندگی عطا کرتا ہے جس سے انسان کا جسم بہت سی بیماریوں سے شفا پالیتا ہے اور جسم اور روح میں تازگی آجاتی ہے۔

پرانے زمانے میں سینگوں کے ذریعہ Vacuum Pressure لگایا جاتا تھا اسی لیے اس کو "سینگی لگانا" کہتے ہیں۔ اس کا ایک نام پچھنا لگانا بھی ہے۔ یہ علاج جسم کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کے ذریعہ جسم مختلف بیماریوں سے چھٹکارا پاتا ہے، اور بدن کو مکمل راحت وسکون حاصل ہوتا ہے۔

حجامہ کے بے شمار فائدے ہیں، یہ علاج صدیوں سے چلا آرہا ہے، اس کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور مکمل علاج ہے۔ جن لوگوں کو کہیں سے بھی شفا نہیں ملتی، وہ حجامہ کے معجزاتی اثر سے شفایاب ہو رہے ہیں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ حجامہ اسلام کی ایجاد نہیں ہے۔ اس علاج کا ذکر Ebers Papyrus نامی کتاب میں ہے جو پندرہ سو پچاس سال قبل مسیح کی مشہور طبی کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطابق چین میں حجامہ تین ہزار سال قبل مسیح سے رائج ہے۔ یہ چین کا قومی علاج ہے، لیکن رسول اکرم ﷺ نے اسے اختیار کیا اور پسند فرمایا۔ یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ علاج کسی طرح مریض کے لیے تکلیف دہ نہیں ہے۔ اور حجامہ کا کوئی سائڈ افیکٹ بھی نہیں ہے۔ چونکہ حجامہ کرنے میں کپ لگانے سے پہلے کپ لگائے جانے والے مقام پر ہلکی ہلکی خراشیں لگائی جاتی ہیں تاکہ وہاں سے خون کی بوندیں آسانی کے ساتھ باہر آسکیں اس لیے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک تکلیف دہ عمل ہوگا جب کہ حقیقت میں ایسا بالکل نہیں ہے حجامہ عام طور پر پیٹھ پر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ درد کی جگہوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ حجامہ کرنے میں دس سے پندرہ منٹ کا وقت لگتا ہے۔ مریض کو اس وقت حیرت ہوتی ہے جب اسے پتا چلتا ہے کہ یہ حجامہ مکمل ہو چکا ہے اور اسے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

حجامہ سے متعلق اکثر لوگوں میں غلط فہمی یا جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے جہاں اس کی سہولت میسر ہے وہاں بھی لوگ اس سے کتراتے ہیں جبکہ اس میں شفا ہے اور یہ بہترین طریقہ علاج ہے۔ اس کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إن أمثَلَ ما تَداوَيتُم به الحِجامَةُ-

ترجمہ: بہترین علاج جو تم کرتے ہو حجامہ (پچھنا) لگوانا ہے۔ (صحیح بخاری 5696)

نبی کریم ﷺ معراج کی رات فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرے، انھوں نے آپ سے یہی عرض کیا کہ اپنی امت کو حجامہ کا حکم دیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

ما مررتُ ليلةَ أُسري بي بملإٍ من الملائكةِ إلا كلُّهم يقولُ لي عليك يا محمدُ بالحجامةِ'

(صحیح ابن ماجہ:۲۸۱۸)

ترجمہ: معراج کی رات میرا گزر فرشتوں کی جس جماعت پر بھی

ہوااس نے یہی کہا:اے محمد آپ پچھنے کولازم کرلیں۔

لگاتار تحقیق کے بعد امریکہ سمیت تمام مغربی دنیا نے بھی حجامہ کے فائدے تسلیم کر لیے ہیں۔ مغربی ماہرین کی مسلسل تحقیق کی وجہ سے اب حجامہ میں بہت سی نئی تکنیک سامنے آئی ہے۔ انسانی جسم میں تقریبًا ایک سو تینتالیس ۱۴۳/ایسے مقامات کا انتخاب کر کے ایک نقشہ مرتب کیا گیا ہے جہاں پر حجامہ لگوایا جاسکتا ہے۔

حجامہ لگانے کے لیے سب سے پہلے بیماری کی تشخیص ضروری ہے پھر جب یہ معلوم ہو جائے کہ بیماری خون کی خرابی کی وجہ سے ہے تو اس کا سب سے بہترین علاج حجامہ ہے۔

عام طور پر حجامہ ان مقامات پر کیا جاتا ہے جہاں بیماری ہے۔ مثلاً اگر کسی کو معدے کی بیماری ہے تو معدہ کے اوپر حجامہ کیا جاتا ہے اور اگر کسی کو جگر کے مسائل ہیں تو سینے پر دائیں طرف جگر کے اوپر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کے سر میں تکلیف ہو تو سر کا حجامہ کیا جاتا۔ دوسری کئی بیماریوں میں گردن کے قریب کندھوں کے درمیان بھی کیا جاتا ہے۔

حجامہ کتنی دفعہ کرانا چاہیے؟ اگر ایک بار حجامہ کرانے سے مرض ٹھیک نہیں ہوتا تو پھر دو ہفتے یا ایک مہینے کے وقفے سے تین سے سات مرتبہ تک کرانا چاہیے یا جیسے ڈاکٹر مشورہ دیں۔

حجامہ کن کن بیماریوں میں کروایا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالی نے حجامہ میں بہت شفا رکھی ہے اور تقریبًا سبھی بیماریوں میں حجامہ کروایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر کچھ بیماریوں میں اس کے معجزاتی اثرات سامنے آئے ہیں۔ جیسے بلڈ پریشر، پٹھوں کا درد، بواسیر، نظر کی کمزوری، ڈپریشن، درد شقیقہ (یعنی آدھے سر کا درد)، چکر آنا، گردے کا درد، کندھوں کا درد، ٹانگوں کا درد، کمر درد، عرق النسا، دماغی بیماریاں، برص، الرجی اور بہت سی دوسری بیماریاں۔ اگر جسم میں کہیں بھی درد ہو تو اس مقام پر بھی حجامہ لگوایا جاسکتا ہے۔

نیم حکیموں کی طرح حجامہ کے بھی جگہ جگہ کلینک کھولے گئے ہیں حجامہ لگوانے کے لیے تجربہ کار تھیراپسٹ کا انتخاب ضروری ہے کیوں کہ ناتجربہ کار شخص صحیح حجامہ نہیں لگا سکتا۔

حجامہ کے فوائد۔ عقل زیادہ ہوتی ہے۔ حافظہ تیز ہوتا ہے۔ خون کی کمی بیماری کو جنم دیتی ہے۔ حجامہ خون صاف کرتا ہے جس سے شریانوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ "حرام مغز" کو فعال بناتا ہے۔ دوران خون کو بہتر کرتا ہے۔ اس کے ذریعے خون کی کمی پوری ہوتی ہے اور جسم میں موجود خراب خون خارج ہو جاتا ہے۔ اس سے دوران خون بہتر ہونے سے ان جگہوں پر بھی خون کی رسائی ہو جاتی ہے جہاں تک پہلے خون نہیں پہنچ رہا تھا۔ یہ پٹھوں کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ انجائنا، دمہ اور پھیپھڑوں کے امراض میں مفید ہے۔ درد شقیقہ (آدھے سر کا درد)، سر درد۔ دانتوں کے درد اور پھوڑوں کا بہترین علاج ہے۔ خراب چربی کو کم کر کے فائدے مند چربی کو بڑھاتا ہے۔ جلد کی بیماریوں میں فائدے مند ہے۔ ہائی بلڈ پریشر میں آرام پہنچاتا ہے۔ عرق النسا، گٹھیا کے درد سے نجات دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ آنکھوں کی بیماری، کاہلی، سستی، زیادہ نیند آنا، کیل مہاسے، ناسور، خارش، الرجی اور پیپ والے زخموں کے لیے بھی حجامہ فائدہ مند ہے۔ ان سب کے علاوہ جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو اس جگہ حجامہ کرانے سے فائدہ ہوگا۔ صحت مند لوگ بھی حجامہ کروا سکتے ہیں کیونکہ یہ نا صرف یہ مسنون ہے بلکہ بیماریوں کو حملہ آور ہونے سے بھی روکتا ہے۔

حجامہ کے لیے احتیاطی تدابیر:

حجامہ کروانے کے بعد ایک گھنٹے تک کچھ کھانے پینے سے بچنا چاہیے۔ بہت زیادہ دبلے اور کمزور لوگ، حمل ساقط کروانے والی عورتوں کو بچنا چاہیے۔ جگر کی بیماریوں میں مبتلا افراد۔ گردوں کی صفائی کروانے والے مریض اور وہ امراض جن میں خون نہیں رکتا۔ ان کے مریض حجامہ نہ کروائیں۔ ضعیف لوگ جو کمزور ہوں اس وقت تک نہ لگوائیں جب تک کہ بہت ضرورت نہ ہو۔ پانی کی کمی کے شکار بچوں کو بھی نہ لگوائیں۔ غسل کے فوراً بعد اور قے ہونے کے فوراً بعد بھی نہ لگوائیں۔ پیروں اور گھٹنوں پر سوجن ہو تو حجامہ اس مقام سے دور ہٹ کر احتیاط سے لگوائیں۔ ایک ہی وقت میں دو سے زیادہ حجامہ نہیں لگانا چاہیے۔ خون کی کمی کے مریض اپنے ڈاکٹر کے مشورے سے حجامہ لگوائیں۔ حاملہ خواتین کو ابتدائی تین ماہ میں نہیں لگوانا چاہیے۔ ذیابیطس (شوگر) کے مریض حجامہ لگوانے سے پہلے اپنی شوگر چیک کروا لیں شوگر تقریبًا سو ملی گرام ہونی چاہیے۔

اوپر بیان کی گئی احتیاط کے مطابق مریض حجامہ کروا سکتے ہیں، یہ بہت جلدی اثر کرنے والا علاج ہے۔

☆☆☆☆

عید الفطر کے اسلامی طریقے

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔ از: مبارک حسین مصباحی

جولائی ۲۰۱۹ء کا عنوان — مدارسِ اسلامیہ: ایک جائزہ

اگست ۲۰۱۹ء کا عنوان — آزادیِ ہند میں علما کی قربانیاں اور موجودہ سیاسی صورتِ حال

سرکار دوعالم ﷺ کے نظریۂ اخوت کو عملی شکل دی جائے

از: محمد ساجد رضا مصباحی ، دارالعلوم غریب نواز داہوگنج، کشی نگر یوپی

خالق ارض وسمانے امتِ مسلمہ کو فرحت و مسرت کے جو خاص مواقع عطا فرمائے ہیں، عید الفطر کو ان میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ عید الفطر کا اسلامی تہوار اپنے جلو میں خوشیوں کی بے شمار سوغات لے کر جلوہ فگن ہوتا ہے۔ عید الفطر در حقیقت رمضان المبارک کے اختتام پر بندوں کے اعمال خیر اور اس کی بدنی ومالی عبادات کے عوض تقسیم انعامات کا دن ہے، اس دن بندوں کی جانب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں اور اللہ کے نیک بندوں پر باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اجر و ثواب اور رحمت و بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے ، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزۃ [انعام واکرام کی رات] لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر آکر تمام گلیوں اور راستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے [جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے] پکارتے ہیں، اے امت محمد! اس رب کریم کی بار گاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ [الترغیب والترہیب]

عید الفطر کے سنن ومستحبات:

ہمارا موضوع سخن چوں کہ عید الفطر کا اسلامی طریقہ ہے ، اس لیے ہم چند سطروں میں اجمالی طور پر عید الفطر کے حوالے سے چند خاص باتوں کو بیان کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔

عید الفطر کے حوالے سے ترمذی اور ابن ماجہ میں سرکار دوعالم ﷺ کا یہ معمول بیان کیا گیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن [عید گاہ] تشریف نہیں لے جاتے جب تک کہ چند طاق کھجوریں نہیں تناول فرما لیتے۔

[صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الاکل یوم الفطر قبل الخروج]

ہمیں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے چند کھجوریں یا کوئی دوسری میٹھی چیز کھا کر ہی عید گاہ جانا چاہیے۔

عید کے دن ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ درج ذیل امور بجالائے:

حجامت بنوائے، ناخن ترشوائے، غسل کرے، مسواک کرے، اچھے کپڑے پہنے، نیا نہ ہو تو دھلا ہوا پہنے، انگوٹھی پہنے، خوشبو لگائے، صبح کی نماز محلے کی مسجد میں پڑھے، عید گاہ جلد چلا جائے، نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے، عید گاہ پیدل جائے، ایک راستہ سے جائے اور دوسرے سے واپس ہو۔ [ملخصاً بہار شریعت جلد، چہارم عیدین کا بیان]

عید الفطر اور صدقۂ فطر:

صدقۂ فطر ہر مالک نصاب پر ادا کرنا واجب ہے، عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، در اصل صدقۂ

فطر رمضان کے روزوں میں در آئی کو تاہیوں کا کفارہ ہے، حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جو شخص صدقۂ فطر نہیں ادا کرتا اس کا روزہ زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتا ہے۔ صدقۂ فطر کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام نے صدقہ فطر واجب کرکے سماج کے فقرا و مساکین کے لیے عید کے مصارف کا ایک مستقل ذریعہ پیدا فرمادیا ہے، اگر ہم صدقۂ فطر کو عید سے قبل ادا کر دیں تو بہت سے فقرا و مساکین اپنی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں اور مسرت کے ان لمحات میں ان کے گھر بھی اچھے اور لذیذ کھانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔

عید کے موقع پر مصافحہ و معانقہ :

عید کا دن گلوے شکوے بھلانے اور دل کی کدورتیں مٹانے کا دن ہے، اسی لیے عید کی نماز سے فراغت کے بعد ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد پیش کرنے اور مصافحہ و معانقہ کرنے کو مستحسن عمل قرار دیا گیا ہے عموماً لوگ دوگانہ ادا کرنے کے بعد جلدی سے عید گاہ سے واپس ہونا چاہتے ہیں، سیر سپاٹے اور تفریح سے لطف اندوز ہونے کے لیے بے قرار رہتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائیوں سے مصافحہ و معانقہ کریں، انھیں عید کی مبارک بادی دیں، اگر کسی وجہ سے کبھی کوئی ناچاقی ہوگئی ہو تو معافی طلب کریں، کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دشمنوں اور بد خواہوں کی ستم ظریفی کو فراموش کر جائیں اور دل سے انھیں معاف کرتے ہوئے، دست محبت بڑھائیں، ان شاء اللہ ان کے دل میں بھی آپ کے لیے نرم گوشہ پیدا ہوگا اور برسوں کی کدورتیں لمحوں میں مٹ جائیں گی۔

دوست واحباب سے ملاقات اور دعوت:

مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ میں صلہ رحمی اور رشتوں کی حفاظت کے بڑے سبق آموز نمونے ملتے ہیں، سید عالم ﷺ نے مختلف مواقع پر صلہ رحمی کی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے اور رشتوں کو پامال کرنے والوں کے لیے وعیدوں کا ذکر فرمایا ہے۔ عید کا دن مسرت کا دن ہوتا ہے، انسانی فطرت کے مطابق غمی اور خوشی کے موقعوں پر اپنوں کی معیت دل میں انسیت اور فرحت پیدا کرتی ہے۔ یوں ہی غم کے موقع پر خویش واقارب موجود ہوتے ہیں تو غم ہلکا ہوتا ہے اور دل کو چین وسکون نصیب ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح مسرت کے لمحات میں اپنوں سے ملاقات اور ان کی موجودگی خوشیوں کو دوبالا کرتی ہے، لہٰذا عید کے پُر مسرت موقع پر ہمیں اپنے رشتے دار اور احبا و اقربا سے ملاقات کرکے عید کی مبارک بادی پیش کرنی چاہیے، اپنے دروازے پر آنے والے احباب کا خوش دلی سے پرتپاک استقبال کرنا چاہیے اور حسب استطاعت ان کی ضیافت کا اہتمام کرنا چاہیے، بلکہ اپنے احباب کو اس موقع پر خصوصی دعوت پیش کرکے اپنے گھر بلانا رشتوں میں استحکام کا باعث ہوگا۔ ہم نے اپنے کئی اکابر علما کو اس پر پابندی سے عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے، اگر ہم نے رشتوں کی اہمیت کو سمجھ کر ان کی حفاظت کی کوشش کی تو رشتوں میں استحکام پیدا ہوگا اور فرمان رسول پر عمل کا ثواب بھی ملے گا۔

عید الفطر اور ہماری ذمے داریاں :

عید الفطر پوری امت مسلمہ کا تہوار ہے، اپنے معاشرے کے ہر مسلمان کو اس کی خوشیوں میں شریک کرکے ہی ہم صحیح معنوں میں اس کی مسرتوں سے محظوظ ہو سکتے ہیں، عید کے ایام قریب آتے ہیں تو ہمارے سماج کے اہل ثروت مکمل طور پر عید کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، اپنے اہل خانہ اور بال بچوں کے لیے اپنی پسند کے کپڑے، عمدہ اور لذیذ قسم کے کھانے پینے کے سامان اور عید کے دوسرے لوازمات کا دل کھول کر انتظام کرتے ہیں، جب کہ ہمارے ہی درمیان زندگی گزارنے والے مفلوک الحال اور مفلس افراد محرومیوں کا شکار ہو کر بے بسی کے عالم میں زندگی گزار رہے ہوتے ہیں، وہ نہ تو اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے نئے کپڑوں کے انتظام کی پوزیشن میں ہوتے ہیں اور نہ ہی خوشی و مسرت کے ان لمحات میں انھیں پیٹ بھر عمدہ اور لذیذ قسم کے کھانا میسر ہوتا ہے نہ جانے کتنے گھرانے ایسے ہوتے ہیں جہاں عید کے دن بھی چولھا نہیں جل پاتا، سماج کے ان مفلوک الحال لوگوں کے پاس اپنے بچوں کو عیدی دینے کے لیے پیسہ نہیں ہوتا، ذرا تصور کریں خوشی و مسرت کے ان ایام میں یہ محرومی انھیں کس قدر تڑپاتی ہوگی، ان کے دلوں پر کیا بیتتی ہوگی، ان کے ارمانوں کا کس طرح خون ہوتا ہوگا۔ کیا ہمارے معاشرے کے مستطیع افراد سماج کے اس غریب اور نادار طبقے کی ضرورتوں کی تکمیل نہیں کر سکتے؟ کیا تھوڑی سی توجہ کے ذریعہ انھیں بھی اپنی خوشیوں میں شریک نہیں کر سکتے، جب کہ یہ ہمارا اخلاقی فریضہ بھی ہے اور دینی فریضہ بھی۔

مسلم سماج ایک کنبے کی حیثیت رکھتا ہے، رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرما کر انھیں ایک مضبوط کڑی سے جوڑ دیا ہے، لہٰذا حقیقی معنی میں مسرت اسی وقت

مسرت کہلائے گی جب اس میں پورا سماج، پورا معاشرہ شریک ہو، کہیں خوشیوں کے شادیانے بجیں، کہیں حزن وملال کا ماحول ہو تو مسرتیں بے معنی ہوجایا کرتی ہیں، خوشیوں کی رونقیں پھیکی پڑجاتی ہیں اور ایک درمند دل کو سکون واطمینان نہیں حاصل ہوتا۔

عید الفطر کا آفاقی پیغام:

عید الفطر کے موقع پر تمام مسلمان عبادت کے لیے عید گاہ میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ سب کی زبانوں پر تکبیر وتحمید، تسبیح وتہلیل کے کلمات جاری ہوتے ہیں۔ اللہ کے حکم سے مہینہ بھر کے روزے رکھ کر اللہ کے بندے اس کی رحمت و مغفرت کی لو لگائے عید گاہ آتے ہیں۔ اس روح پرور سماں اور پر کیف منظر کو دیکھ کر ہر مسلمان دلی مسرت محسوس کرتا ہے کہ جس طرح مسلمان عید گاہ کے اس مقام پر یک جا ہیں اسی طرح زندگی کے ہر موڑ پر متحد و متفق ہوجائیں تو ان کے مسائل بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔ اجتماعیت کی برکتوں کا ظہور ہوسکتا ہے۔ یاد رہے کہ مسلمانوں کے تئیں پیدا کردہ موجودہ صورت کا مقابلہ کرنے اور ان سے نجات پانے کا ایک ہی راستہ ہے، وہ ہے اتحاد اور اتحاد۔

زندگی کے متنوع مسائل حل کرنے کے لیے ہمیں مذہب، سیاست، تعلیم اور اقتصاد وغیرہ شعبوں میں متحد ہوکر پیہم کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلامی اخوت کا نظریہ بھی پیش کیا ہے، اگر اسے عملی شکل دے دی جائے تو زندگی کے ان تمام شعبوں میں ہماری کامیابی یقینی ہے، عید الفطر کا یہ موقع امت مسلمہ کے درمیان رشتوں کو فروغ اور تقویت دینے کا متقاضی ہے۔

عید کے دن خوشی کا اظہار کرنا انسانی فطرت ہے۔ خوشیاں آتی اور گزرجاتی ہیں مگر سرور وانبساط کے اس ہجوم میں ہم سے مطالبہ ہے کہ اس پہلو پر بھی غور کرنے کی زحمت برداشت کریں کہ ہر دن کی طرح عید کا دن بھی گزر جاتا ہے، لیکن ہمارے مسائل ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ اور ان کو حل کرنے کی ذمہ داری ہمارے دوش ناتواں پر برقرار رہتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر نئی عید نئے مسائل اور نئے چیلنجز لے کر آتی ہے۔ لہٰذا عید کے دن کا تقاضا یہ ہے کہ دلوں کی کدورتیں، نفرتیں بھلا کر بلا تفریق ہر کسی سے ملیں۔ اس دن آپسی رنجشوں اور اختلافات کو فراموش کرکے محبت واخوت اور بھائی چارگی کا پیغام عام کریں۔ ☆☆☆

عید الفطر کے ایمانی تقاضے

از: **حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی**، hhmhashim786@gmail.co

عید الفطر مسلمانوں کا سب سے بڑا تہوار ہے عید الفطر کی خوشی امت مسلمہ کی سب سے بڑی خوشی ہے، اللہ رب العزت نے سب سے بڑا اجر وثواب بھی عید الفطر میں رکھا ہے۔ جب عید الفطر ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر۔ ''لیلۃُ الجائزہ'' انعام کی رات سے لیا جاتا ہے، اور عیدین کے دنوں کو ''یوم ُالجائزہ'' انعام کا دن کہا جاتا ہے۔
(حدیث، مسند احمد: ۱۷۷)

عید کہتے ہیں جس میں اللہ کے احسان وانعام کا بندوں پر اعادہ ہو، یعنی انعام الٰہی کا دن بار بار بندوں کے لیے آئے، اور مختلف انعامات واحسانات سے بندوں کو نوازا جائے، مسرت کے کچھ لمحات گزارنے کے لیے اسلام نے ہمیں دو تہوار عطا کیے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

''عید الفطر'' تہذیب وشائستگی کا جشن مسرت:

اسلام کی درخشاں تاریخ میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال اپنے جاں نثار صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ساتھ اسلام کی پہلی مقدس ترین تاریخی جنگ ''غزوۂ بدر'' کی تاریخ ساز فتح کے بعد جشن منایا تھا۔ رحمت عالم ﷺ معرکۂ بدر سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کے آٹھ روز بعد تقویم عیسوی ۲۷ مارچ ۶۲۴ء بمطابق یکم شوال ۲ ہجری کو سجدۂ شکر کا دوگانہ ادا فرمایا اور عید الفطر کی شروعات ہوئی، اسی سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ عید کا دن امت مسلمہ کی روحانی خوشی کا مظہر ہے کہ انھوں نے ریاضت نفس، ترک لذت، غیر صحت مند مشاغل سے گریز اور فسق وفجور سے اجتناب کا جو سلسلہ پورے ماہ رمضان تک جاری رکھا وہ انھیں اب راہ اسلام سے منحرف نہیں ہونے دے گا، عید کے دن مسلمانوں کا آپس میں ملنا جلنا اور محبتوں کی خوشبو کو دل ودماغ میں بسانا یہ عید کا اہم پیغام ہے۔

اسلامی عہد سے پہلے کی عیدیں:

ہجرت مدینہ سے پہلے یثرب کے لوگ دو عیدیں مناتے تھے، جن میں وہ لہو ولعب (کھیل کود، سیر وتماشہ، عیش ونشاط تفریح وغیرہ وغیرہ) میں مشغول ہوتے اور بے راہ روی کے مرتکب ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں ''عیدین'' کا مبارک سلسلہ

شروع ہو گیا تھا جس کا تذکرہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ دو دن تہوار منایا کرتے تھے جن میں وہ کھیل تماشے کیا کرتے تھے، رسول کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟ (یعنی ان تہواروں کی اصلیت اور تاریخی پس منظر کیا ہے؟) انھوں نے کہا ہم عہد جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح مناتے تھے۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھارے ان دو تہواروں کے بدلے ان سے بہتر دو دن مقرر فرمادیے ہیں، (عید الاضحیٰ اور عید الفطر) وہ تہوار جو اہل مدینہ اسلام سے پہلے عہد جاہلیت میں منایا کرتے تھے وہ نوروز اور مہر جان کے ایام تھے، آقا کریم ﷺ نے ان تہواروں کو منانے سے منع فرمادیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں اپنے خصوصی انعام واکرام کے طور پر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مبارک ایام مسلمانوں کو عطا فرمائے۔

مالک کونین کی عید:

ایک مرتبہ عید کے دن رحمت عالم ﷺ کے گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، جب آپ ﷺ عید گاہ جانے لگے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "آج آپ کی کسی بی بی کے یہاں کچھ کھانے کو نہیں ہے۔" آپ ﷺ نے تبسم فرمایا! اور ارشاد فرمایا: "یہ وہ وقت ہے کہ مجھ پر اتمام نعمت ہوا، یہ وہ ساعت ہے کہ مجھ پر فقر کا اطلاق پورا ہوا تم غم گین نہ ہو۔" حضرت عائشہ نے فرمایا: "میں اس سے خوش ہوں، مگر عادت کے موافق فقرا، بیوائیں اور یتیم آئیں گے ان سے شرمندگی ہوگی" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہمیں اور انھیں اللہ تعالیٰ دے گا۔" یہ کہ کر آپ عید گاہ تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو دیکھا کہ آپ کے دروازہ سے فقرا کھانا لے جا رہے ہیں۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: "صحابۂ کرام کو بلا لیجیے آکر کھانا کھالیں۔" آپ نے پوچھا: "یہ کہاں سے آیا۔" انھوں نے فرمایا: "حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ساٹھ اونٹ آٹے، دس اونٹ روغن اور دس اونٹ شہد، سو بکریاں اور پانچ سو دینار نقد بھیجے ہیں۔" آپ نے جوش شفقت ورحمت سے فرمایا: "اے اللہ تعالیٰ! عثمان بن عفان پر حساب آسان فرمادے۔" حضرت جبرئیل نے حاضر خدمت ہو کر کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا حضرت عثمان کے حق میں قبول فرمائی، ان سے روز قیامت حساب نہ ہوگا۔"

نبی کریم ﷺ کے گھرانے کی عید دیکھیے اور سوچیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں فقیر، بیوائیں اور یتیم آئیں گے ان کی مدد نہیں کریں گے تو شرمندگی ہوگی! اللہ اللہ! فقرا، یتیم، بیواؤں کا کتنا خیال ہے، ہم سب کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے ہم کس درجے میں ہیں عید سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ لیکن افسوس! ہمارے غریب رشتے دار اور پڑوس ہم وطن لوگ عید کے روز بھی خوشیوں کا انتظار کرتے ہیں، عید آتی ہے اور گزر جاتی ہے۔ ان کی زندگیوں میں کوئی مسرت کی رمق محسوس نہیں ہوتی اور وہ عید پر بھی خوشیوں کو ترستے ہیں۔ غریبوں کی عید میں وہ جوش وخروش دکھائی نہیں پڑتا، صحیح معنوں میں اگر ہمارا پڑوسی یا رشتے دار اور ان کے بچے عید کی خوشی نہیں حاصل کر پائیں گے تو ہماری عید کی خوشیاں تو مصنوعی لگتی ہیں عید کی حقیقی خوشی تو جب ہے کہ ہم غربا، فقرا اور بیواؤں کو بھی اپنی حیثیت کے اعتبار سے نوازیں اور عید کی خوشیوں میں شامل کریں اصل میں یہی "عید الفطر کا ایمانی تقاضا ہوگا" اسلام یہی چاہتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ عید کے دن سبھی سے گلے ملیں نہ کہ صرف ان سے جن کو ہم جانتے پہچانتے ہیں یا جو ہمارے اپنے ہوتے ہیں، ہمارے گھروں میں انھیں لوگوں کے لیے دسترخوان لگایا جاتا ہے۔ ہم میں بہت سارے لوگ وہ بھی ہیں جو غریبوں سے گلے ملنے اور سلام کرنے میں اپنے لیے کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں کے لیے دسترخوان بچھائے جاتے ہیں جو عید کی روح، عید کی خوشی کے منافی ہے۔

ہمیں چاہیے، ہم غریبوں اور پریشان حال لوگوں کو بھی اپنی خوشی بانٹیں ان کے ساتھ برابر کا سلوک کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کریں ان کا تعاون کریں۔ عید الفطر کے ایمانی تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپس کی شکایتیں دور کر کے، دلوں کے رنج اور عداوتوں کو دور کریں روٹھے ہوئے ہوئے لوگوں کو منائیں عید کے دن جوش وخروش کا مظاہرہ کر کے خوش دلی سے تمام گلے شکوے دور کر کے باہم گلے ملیں دلوں کی کدورت سے پاک وصاف کریں، عید کے دن ائمہ کرام اعلان کرتے ہیں کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کردیں یہ انتظام مذہب اسلام نے اسی لیے کر رکھا ہے غریب مستحق مفلوک الحال لوگوں کی تمنائیں پوری ہوجائیں ان سب باتوں پر اگر عمل کرتے ہیں تو ہی عید کی خوشی کے ہم حقدار ہیں ورنہ نہیں۔

خوشی وغم دونوں میں یاد الٰہی کا حکم:

عید سعید کی خوشیوں میں جہاں غریب وحاجت مندوں کو

شامل کرنے پر اجر و ثواب کی خوشخبری دی گئی ہے، وہیں خوشیوں میں ڈوب کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونے کی بھی ترغیب دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔

(القرآن، سورہ الانعام ۶، آیت ۱۶۲)

''وَ مَحْیَایَ : اور میرا جینا۔'' جو کلام الٰہی میں فرمایا گیا یہی حقیت میں ایک مومن کی زندگی کی عکاسی ہے کہ مسلمان کا جینا مرنا، خوشی اور عبادت وریاضت سب کچھ اللہ عزوجل کے لیے ہونا چاہیے۔ اللہ والوں نے عید کو کیسے منایا کس طرح عید کے منانے کا پیغام دیا۔ تاریخ میں موجود ہے، مختصر مطالعہ فرمائیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے دن زار و قطار رو رہے ہیں۔ عید کے دن لوگ آپ کے گھر آئے آپ کی حالت دیکھ کر لوگوں نے حیران ہو کر تعجب سے عرض کیا، امیر المومنین! آج تو عید کا دن ہے، آج تو شادمانی و مسرت اور خوشی منانے کا دن ہے آج رونا کیسا؟ آپ نے آنسو پوچھتے ہوئے فرمایا: هَذَا يَوْمُ الْعِيدِ-وَهَذَ ايَوْ مُ الْو عِيْد، اے لوگو! یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے۔ آج جس کے نماز روزہ مقبول ہو گئے۔ بلاشبہ اس کے لیے آج عید کا دن ہے۔ لیکن آج جس کے نماز روزہ کو مردود کر کے اس کے منھ پر مار دیا گیا ہو۔ اس کے لیے آج وعید ہی کا دن ہے اور میں اس خوف سے رو رہا ہوں کہ آہ!

''اَنَا لَا اَدْرِیْ اَمِنَ الْمَقْبُوْ لِیْنَ-اَمِنَ الْمَطْرُوْدِیْن''

یعنی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں مقبول ہوا ہوں یا رد کر دیا گیا ہوں۔ پیارے مسلمانوں! خرافات، گانا بجانا، گناہوں کا ارتکاب کر کے ہم عید کو اپنے لیے وعید نہ بنالیں۔

عید ان کے لیے نہیں!:

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کس قدر بدنصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کی عظمت اور اس کے تقدس کا احترام نہیں کرتے اور اپنا ہر لحہ غفلت و معاصی میں گزارتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ عید کی خوشیاں شان و شوکت سے مناتے ہیں، آپ نے عید کی خوشیوں کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ انتہائی جامع اور سبق آموز ہیں۔

لیس العید لمن شرب واکل
انما العید لمن اخلص الله العمل

عید ان لوگوں کے لیے نہیں جو کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ عید تو ان کے لیے ہے جنھوں نے اعمال میں خلوص پیدا کیا۔

لیس العید لمن لبس الجدید
انما العید لمن خاف الوعید

عید ان کے لیے نہیں جنھوں نے نفیس ملبوسات سے خود کو آراستہ کیا۔ عید تو ان کے لیے ہے جو خدا کی وعید سے ڈر گئے۔

لیس العید لمن تبخر با لعود
انما العید لمن تاب ولا یعود

عید ان کے لیے نہیں جنھوں نے اپنے جسم کو معطر کر لیا۔ عید تو ان کے لیے ہے جنھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اس پر قائم رہے۔

لیس العید لمن نصب القدور
انما العید لمن سعد با لمقدور

عید ان کے لیے نہیں جنھوں نے بڑی بڑی دیگوں میں لذیذ و عمدہ کھانے پکائے۔ عید تو ان کی ہے جنھوں نے حتی الامکان نیک اور پاکیزہ زندگی گزارنے کا عہد کیا۔

لیس العید لمن تزین بزینة الدنیا
انما العید لمن تزود بزاد التقوی

عید ان کے لیے نہیں جنھوں نے دنیا کی زینتوں سے اپنے آپ کو سنوار لیا۔ عید تو ان کے لیے ہے جنھوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا لیا۔

لیس العید لمن رکب المطایا
انما العید لمن ترك الخطایا

عید ان کے لیے نہیں جو عمدہ سواریوں پر سوار ہو کر شان و شوکت سے نکلے۔ عید تو ان کے لیے ہے جنھوں نے گناہوں کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔

عید الفطر کی اصل خوشی کو اللہ کی عبادت و خوف کے ساتھ ساتھ غریب، نادار، مفلوک الحال، یتیم، بیوہ اور مسکین کی دادرسی کے ساتھ مزین کریں یہی عید کا پیغام ہے اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں حقیقی جینا وہ ہے جو دوسروں کے لیے بھی ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید الفطر ایمانی تقاضوں کے ساتھ منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وسلمواتسلیما

تبصرہ نگار: مہتاب پیامی

نام کتاب	:	وسلمواتسلیما
شاعر	:	سید محمد نورالحسن نور نوابی عزیزی
مرتب	:	یاور وارثی عزیزی نوابی
صفحات	:	۵۰+۵۰
اشاعت	:	۲۰۱۸ء
ناشر	:	مرتب وشاعر

حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ نوابیہ قاضی پور شریف ضلع فتح پور کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والدِ گرامی سراج العارفین قدوۃ السالکین عاشقِ سید المرسلین حضرت الحاج صوفی سید توّاب علی شاہ علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ولیِ کامل تھے، آپ کی نگاہِ فیض نے بے شمار ذروں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا، سید نور الحسن نور نوابی علم و عمل میں اپنے والدِ گرامی کے سچے پیرو کار اور اور تصوف و روحانیت میں ان کی روایات کے سچے امین ہیں۔ دینی اور عصری تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں، سینے میں قلبِ گداز رکھتے ہیں جو عشقِ رسول ﷺ سے معمور ہے۔ آپ جب عشق و عقیدت میں ڈوب کر مدحتِ خیر الانام کرتے ہیں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سن سن کر جھوم اٹھتے ہیں۔ آپ کی شاعری میں بڑی کشش ہے۔ نعتیہ ادب کا فروغ آپ کا مقصدِ حیات ہے، اسی کے پیشِ نظر آپ نے ”دبستانِ نوابیہ عزیزیہ“ کی بنیاد بھی رکھی ہے تاکہ اس کے بینر تلے نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا جا سکے۔ آپ کے خامۂ زر نگار سے اب تک نصف درجن مجموعہ ہائے کلام عالمِ وجود میں ظہور پزیر ہو چکے ہیں۔

قلزمِ نور، مطلعِ نور، آبشارِ نور، وسلموا تسلیما، ثنا کی نکہتیں اور گلابِ اسمِ نبی کی خوشبو وغیرہ آپ کے طبع شدہ نعتیہ مجموعے ہیں، رنگِ تصوف میں ڈوبی ہوئی غزلیں بھی کہتے ہیں لیکن غزل کا کوئی مجموعہ اب تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔

اس وقت میرے پیشِ نظر آپ کا مجموعۂ سلام ”وسلموا تسلیما“ ہے۔ ۱۰۰ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے، پہلا حصہ اردو میں ہے جب کہ دوسرا حصہ ہندی میں۔ غیر اردو داں طبقہ کے لیے کی گئی یہ کوشش قابلِ تبریک ہے۔

اس مجموعہ کے مرتب عالی جناب یاور وارثی عزیزی نوابی ہیں جو حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی کے تلمیذِ رشید اور عمدہ شاعر ہیں۔

یاور وارثی عزیزی ”سلام“ کی تفصیل میں رقم طراز ہیں:

”اردو لغات میں ”سلام“ کے کئی معنیٰ لکھے گئے ہیں جن میں ایک سلامتی بھی ہے اور سلام کا یہ معنیٰ قرآن سے بھی ثابت ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے سلام کو عام کرنے کا حکم دیا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ملو سلام کرو اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

قرآن حکیم کی متعدّد آیتوں میں سلام کا ذکر آیا ہے، مختلف مقامات پر اللہ عزوجل نے اپنے مقبول بندوں اور انبیا و رسل پر سلام بھیجا لیکن جب اپنے محبوبِ خاص ﷺ پر سلام بھیجنے کا موقع آیا تو فرمایا:

”بیشک اللہ (جل شانہ) اور اس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے اہلِ ایمان! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔“
(سورۃ الاحزاب، ۵۶)

صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبرِ اعظم و اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔ اس آیتِ مبارکہ میں خبر بھی ہے اور حکم بھی۔ خبر یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے رسولِ اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ حکم یہ کہ اے ایمان والو! تم بھی میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ زمانے کی قید بھی نہیں ہے کہ کب درود بھیجو اور کب نہ بھیجو، یعنی

تسلسل کے ساتھ درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہی وہ حکم ہے جس نے آقائے کائنات علیہ التحیۃ والثنا پر درود و سلام کو اہلِ ایمان خصوصاً عاشقانِ مصطفیٰ کا شیوہ اور دستور بنا دیا۔“

(وسلموا تسلیما، ص:۷)

زیرِ نظر مجموعہ میں: ۱۱؍ سلام آقائے کون و مکاں ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کیے گئے ہیں، تین سلام شہیدِ وفا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی میں اور دو سلام دادا حضور شمس العارفین حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے ہیں، ان کے علاوہ تین سلامیہ رباعیاں بھی شاملِ مجموعہ ہیں۔

کتاب کا ایک ایک شعر خلوص و محبت اور عقیدت کا آئینہ ہے ملاحظہ فرمائیے منتخب اشعار۔

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمدٍ
نوشہِ بزمِ دوسرا صلِ علیٰ محمدٍ
خامۂ عشقِ مصطفیٰ مجھ پہ جو مہرباں ہوا
دل کے ورق پہ لکھ دیا صلِ علیٰ محمدٍ
نورِ چراغِ ابتدا باعثِ بزمِ انتہا
ربِ عظیم کی رضا صلِ علیٰ محمدٍ

بہ عنوانِ درود رقم طراز ہیں۔

دلوں کے واسطے ہے باعثِ قرار درود
اسی لیے تو میں پڑھتا ہوں بے شمار درود
کھڑا ہوا ہوں جو صحرائے آتشیں میں تو کیا
ہے میرے واسطے رحمت کا آبشار درود
ببول رنج و الم کا جو نوچ دیتا ہے
درست کرتا ہے ملبوسِ تار تار درود

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

سلام اس پر جو کشورِ دیں کا تاج ور ہے
درود اس پر جو نوعِ انساں کا مفتخر ہے
سلام اس پر ہے جس کے قدموں میں عرشِ اعظم
درود اس پر یہ کہکشاں جس کی رہگزر ہے
سلام اس پر جو حسنِ کردار کا ہے مظہر
درود اس پر نگاہ جس کی حیات گر ہے
سلام اس پر جو نور زینت ہے میرے فن کی
درود اس پر جو میرا گنجینۂ ہنر ہے

سید نور الحسن نور نوابی کے اشعار میں تازہ کاری بھی ہے اور پُر کاری بھی، ترکیبیں ایسی کہ دلوں کے تار بے ساختہ گنگنا اٹھتے ہیں۔ جدید رنگ و آہنگ میں ڈوبے ہوئے ان کے اشعار کسی کے بھی دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں، اندازِ بیان میں ندرت ہے اور الفاظ میں معنیٰ آفرینی بھی۔ ان کی جن ترکیبوں نے مجھے مسحور کیا ایک نظر اُن پر بھی:

کوچۂ ممکنات، خامۂ عشقِ مصطفیٰ، روشنیِ حریمِ نور، واقفِ غیبت و ظہور، ابرِ بہارِ جاوداں، نورِ چراغِ ابتدا، باعثِ بزمِ انتہا، رنج و الم کا ببول، وغیرہ۔

اس طرح کی بے شمار ترکیبیں شاعر کو معاصرین میں ممتاز کرنے کے لیے کافی ہیں۔

ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیے، معنیٰ آفرینی کے اعتبار سے اس کا جواب نہیں، نہ یہ کہ صرف شاعر کی عقیدت ہے بلکہ اس میں ایسی تاریخی سچائی ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سلام اس پر جسے اندھیرے بھی مانتے ہیں
درود اس پر جو روشنی کا پیامبر ہے

شہیدِ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی میں کچھ اس طرح عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

ملت کے تاجدار ہمارا سلام لو
امت کے غم گسار ہمارا سلام لو
اسلام کا یہ باغ، تمھارے ہی خون سے
اب تک ہے لالہ زار ہمارا سلام لو
اے وہ، جبیں کو جس کی شہِ کائنات نے
چوما ہے بار بار، ہمارا سلام لو
ہر بار ہم ہوں بزمِ تصور میں روبرو
ہر بار بے شمار ہمارا سلام لو

مجموعی اعتبار سے پوری کتاب لائقِ ستائش اور قابلِ مطالعہ ہے۔ مختلف اوزان و بحور کا جس چابک دستی سے استعمال کیا گیا ہے اس کا جواب نہیں، نور نوابی صاحب کا زیادہ تر کلام آورد کے بجائے آمد کا حسین منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور تا حیات مدحِ رسالت کے گل بوٹے اپنے خامۂ زرنگار سے کھلاتے رہیں۔ آمین۔ ■■■

نعت

ہمارا سلام لو

اے آمنہ کے لال ہمارا سلام لو
محبوبِ ذوالجلال ہمارا سلام لو
اے صاحبِ جمال ہمارا سلام لو
اے مصدرِ کمال ہمارا سلام لو
ممکن نہیں نظیر تمھاری جہان میں
بےمثل و بے مثال، ہمارا سلام لو
کہتے ہیں احترام سے قدسی بھی صبح و شام
اے ذاتِ خوش خصال، ہمارا سلام لو
جس راہ سے گزر گئے بولے شجر، حجر
ہو کر بہت نہال، ہمارا سلام لو
پڑھتا ہے لمحہ لمحہ تری ذات پر درود
کہتے ہیں ماہ و سال، ہمارا سلام لو
اب ہے کرم کا وقت غلاموں پہ یا نبی
دیکھو ہمارا حال، ہمارا سلام لو
جب ہم پڑھیں درود کرو تم اسے قبول
جب ہم کریں سوال، ہمارا سلام لو
آساں ہوں سارے مرحلے روزِ شمار کے
گر وقتِ انتقال، ہمارا سلام لو
بے حد درود اے شہِ اقلیمِ التفات
اے دافعِ ملال، ہمارا سلام لو
یہ آرزو ہے نوؔر کی، کہتا ہے بار بار
اے قاطعِ ضلال ہمارا سلام لو

از: سید محمد نورالحسن نور نوابیؔ عزیزی

دکھائی دیتا ہے

جمالِ گنبدِ خضرا دِکھائی دیتا ہے
مِری نظر کو مدینہ دِکھائی دیتا ہے

مِری نگاہ میں ڈالا ہے ایسا نور اُس نے
کہ مجھ کو سنگ بھی شیشہ دکھائی دیتا ہے

کبھی جو کرتا ہوں قرآن کی تلاوت مَیں
تو صرف اُن کا سراپا دِکھائی دیتا ہے

ترے جمال پہ ٹھہرے نظر، مجال نہیں
جھکی نظر کو بھی جلوہ دکھائی دیتا ہے

میں جب بھی سورۂ کوثر کا ورد کرتا ہوں
تو میری پیاس کو دریا دِکھائی دیتا ہے

چَلا رہا ہے توٗ جس راستے پہ بندوں کو
وہ راستہ مجھے سیدھا دِکھائی دیتا ہے

بڑھا دیا ہے مِرا وزن اُن کی الفت نے
جھکا ہوا مِرا پلّہ دِکھائی دیتا ہے

نظر ہے حجرۂ انور کی جالیوں پہ مِری
نہ مجھ سے پوچھیے کیا کیا دکھائی دیتا ہے

دوبارہ اذن ملا ہے مجھے حضوری کا
کرم حضور نرالا دِکھائی دیتا ہے

تلوے

پیش کرتے ہیں اُجالوں کا وہ منظر تلوے
کیوں نہ پلکوں پہ لیں جبریل منور تلوے

روز دیدار کو آتی ہے نگاہِ خورشید
چومنے آتے ہیں ہر شب مہ واختر تلوے

سربلندی پہ مِری رشک کریں ساتوں فلک
سر پہ میرے جو رکھیں آکے پیمبر تلوے

سختیاں موم کی مانند پگھل جاتی ہیں
دل میں پتھر کے اتر جاتے ہیں خوشتر تلوے

آنکھ کو تاب نہیں دیدِ رخِ زیبا کی
خواب میں مجھ کو دِکھا اپنے مکرر تلوے

نرم اتنے کہ گلابوں کو بھی شرم آجائے
سخت اتنے کہ جمیں سنگ کے دل پر تلوے

ان کی دہلیز پہ یہ سوچ کے دل رکھ آیا
کہ بنیں گے کبھی اس کا بھی مقدر تلوے

از: مهتاب پیامی

مکتوبات

عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے والے کسی مذہب کے پیروکار نہیں

مکرمی! گزشتہ روز سری لنکا کے کلیساؤں اور فائیو سٹار ہوٹلوں پر خودکش سلسلہ وار دہشت گردانہ حملہ کرکے دہشت گردوں نے پھر ایک بدترین تاریخ رقم کردی، ایسا گھناؤنا فعل یقیناً لائق مذمت ہے، اس دہشت گردانہ حملوں کی جس قدر بھی مذمت کی جائے، وہ کم ہے، کم وبیش تین سو افراد کے شہید ہونے اور ۵۰۰ کے زخمی ہونے کی خبر ہے، ان بے گناہوں کے اوپر جس طرح ظلم کیا گیا، وہ پوری انسانیت کو شرمسار کرنے والا عمل ہے، دھرم اور مذہب کی بات نہیں یہاں تو صرف انسانیت کی بات ہے انسان کا خون اس قدر ارزاں ہوگیا ہے، کہ جس جگہ چاہتے ہیں، دہشت گرد حملہ کرکے اپنی دنیا اورآخرت برباد کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بے گناہوں کو موت کی نیند سلا دینے میں ہی اپنی کامیابی اور کامرانی تصور کرتے ہیں، حالانکہ یہ خود ان کی بربادی ہے، پوری دنیا کے ممالک کے سربراہان اس سے نبرد آزما ہونے سے عاجز اور قاصر نظر آرہے ہیں، کیا اس سے نپٹنے کے لیے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے؟ جو آئے دن دہشت گرد حملہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اس سے پیشتر نیوزی لینڈ کی دو مسجدوں میں دہشت گردانہ حملہ کرکے چالیس سے زائد بے گناہوں کو موت کا جام پلا دیا گیا تھا، لیکن وہاں کی وزیر اعظم نے دہشت گردی اور دہشت گردوں کو مات دینے کے لیے ایسا لائحہ عمل اختیار کیا تھا، جس سے پوری دنیا کو درس عبرت ملنے کے ساتھ ساتھ دہشت گردوں کا بھی حوصلہ پست ہو گیا ہوگا، ایسا ہی سری لنکا کے وزیر اعظم کو بھی چاہیے تھا، جو نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے اختیار کرکے دنیا کو یہ پیغام دیا تھا، کہ دہشت گردوں کا نام نہ لیا جائے، کیونکہ ہمیں ان کی سستی شہرت پسند نہیں ہے، ان کو ایسے ہی بے نام مار دیا جائے، نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے بغیر دہشت گردوں کا نام لیے اتنا عظیم کارنامہ انجام دیا، جس کی پوری دنیا میں علی الاعلان ستائش کی گئی، دہشت گردوں کا کوئی مذہب یا فرقہ نہیں ہوتا ہے، اسی لیے وہ جب چاہتے ہیں، اور جہاں چاہتے ہیں، خودکش حملہ کردیتے ہیں، اس وقت جو سلسلہ وار خودکش حملے ہوئے ہیں، خاص طور سے اس کے ذریعے عبادت گاہوں کو نشانہ بنایا گیا ہے، اور عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے والے کسی بھی مذہب کے پیروکار نہیں ہوسکتے ہیں۔

از: مولانا محمد عبدالباری نعیمی اعظمی

سریا پہاڑی، اترولیا، اعظم گڑھ، اترپردیش، انڈیا۔

اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ

جب حجاج بن یوسف ثقفی سرزمین عراق کا والی بنا، اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا" تم راتوں میں چکر لگایا کرو! جو بھی عشا کے بعد گھروں سے باہر ملے، ان کی گردن اڑا دینا"!

وہ سپاہی معمول کے مطابق ایک رات گشت کرنے نکلا، اسے ایک جگہ تین بچے ملے: تینوں نشے میں دھت جھومتے جا رہے تھے۔ سپاہی نے انھیں پکڑ لیا اور پوچھنے لگا:

کون ہو تم؟ تم نے بادشاہ کے حکم کی نافرمانی کیسے کی؟

پہلے بچے نے جھٹ سے جواب دیا:

انا ابن الذي دانت الرقاب له
ما بين مخزومها و هاشمها
تأتي اليه الرقاب صاغرة
يأخذ من مالها ومن دمها

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے سامنے خادم مخدوم سب ہی کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔
گردنیں اس کے پاس ذلت کے ساتھ آتی ہیں اور وہ ان سے مال بھی لیتا ہے اور خون بھی)

اس سپاہی نے سوچا، شاید یہ امیر شہر کا کوئی قریبی ہے اور اسے چھوڑ دیا۔

دوسرے بچے نے کہا:

انا ابن الذي لا ينزل الدهر قِدرُه
و ان نزلت يوما فسوف تعود

ترالناسَ افواجا الي ضوءِ ناره
فمنهم قيامٌ حولها و قعود

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی ہانڈی چولھے سے کبھی نہیں اترتی اور اگر کسی روز اتر بھی جائے تو فوراً اسی کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔

تم لوگوں کو اس کی آگ کے پاس بھیڑ لگائے دیکھوگے، کوئی کھڑا اور کوئی بیٹھا)

اس نے سوچا؛ لگتا ہے یہ عرب کے کسی بڑے سخی کا بیٹا ہے اور اس کے قتل سے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر تیسرے بچے نے فورا بولا:

أنا ابن الذي خاض الصفوف بعزمه
وقوّمَها بالسيفِ حتى استقامت
ركاباه لا تنفك رجلاه منهما
إذا الخيلُ في يوم الكريهة ولت

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں، جو ہمت و جواں مردی سے صفوں میں گھس جاتا ہے اور ننگی تلوار سے صفوں کو سیدھی کر ڈالتا ہے۔

اس کے پاؤں رکاب سے اس وقت بھی جدا نہیں ہوتے جب کہ گھوڑے میدان کارزار میں پیٹھ دے بھاگتے ہیں)۔

وہ سپاہی یہ کہتے ہوئے اس کے قتل سے بھی درگزر ہوا،

"لگتا ہے یہ عرب کے کسی بہادر سپہ سالار کا لڑکا ہے"۔

صبح ان تینوں کے معاملات حجاج کے سامنے پیش ہوئے۔ حجاج تینوں سے بہت متاثر ہوا اور انھیں بلا کر پوچھا؛

تو پتہ چلا، پہلا نائی کا لڑکا (ابن الحلاق) ہے۔ دوسرا نانبائی کا اور تیسرا درزی (ابن خیاط) کا بیٹا ہے۔

حجاج تینوں کی فصاحت اور حاضر جوابی سے اتنا خوش ہوا کہ درباریوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگا"؛ اپنی اولاد کو ادب سکھاؤ! اگر تم نے انھیں فصیح نہ بنایا؛ تمھاری گردنیں ماردی جائیں گی"۔

پھر یہ شعر پڑھا۔

كن ابن من شئت واكتسب أدباً
يغنيك محموده عن النسب
ان الفتى من قال ها أنا ذا
ليس الفتى من قال كان أبي

از: انصار احمد مصباحی
aarmisbahi@gmail.com

(ص: ۴۳ کا بقیہ...)

حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں کو ایک ہی کشتی میں سوار کر دیا ہے۔ سادہ لوح اور معصوم عوام کے ذہنوں کو ورغلانے اور تنگ نظری کا زہر بھرنے کے لیے رام مندر کے نرمان کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ مالیگاؤں بم دھماکے کی خاص ملزمہ بھوپال سے بھارتیہ جنتا پارٹی کی امیدوار بن کر ایک فرض شناس اور ذمہ دار تفتیشی افسر کی کھل کر کردارکشی کر رہی ہے۔

بھارتیہ افواج کے کامیاب سرجیکل اسٹرائیکس اور ملک میں بنے ہوئے دفاعی آلات کے کامیاب مظاہروں کو نہ صرف اپنی کارکردگی کا نام دیا جا رہا ہے بلکہ سربراہ مملکت کے خوشامد اور چاپلوس چیلے چانٹوں نے چاپلوسی اور خوشامد کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے بھارتیہ افواج کے وقار کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے ہمارے ملک کی بہادر فوج کو" مودی سینا "کا جیسا عامیانہ اور بازاری نام دے دیا۔ ملک کے باشعور افراد اور بھارتیہ افواج کے بہت سے سابق سربراہوں نے سیاسی مقصد کے لیے فوج کے یوں استعمال کی نہ صرف مذمت کی بلکہ اپنے غم وغصہ کا کھل کر اظہار کیا ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ جمہوری اور سیکولر ملک کے سربراہ نے آج تک اپنے چیلے چانٹوں کا کھنڈن نہیں کیا۔ اسی طرح حکومت کی مشینری میں شامل سیکولر بھارت کے پردھان منتری کے بہت سے رفقائے کار نے پچھلے چار برسوں میں جب بھی رواداری کو بالائے طاق رکھ کر ملک کی دوسری بڑی اکثریت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے متعصّبانہ بیانات دیے تو ہندوستان جنت نشان کے سربراہ نے سربراہ مملکت ہونے کے طور پر اپنی آئینی اور قانونی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے ملک کی ایکتا کو نقصان پہنچانے والوں کی کبھی کھل کر سرزنش نہیں کی۔ بھارت کے ایک پیدائشی آئینی اور قانونی شہری ہونے کے طور پر ہم پچھلے چار برسوں میں اس امید کو زندہ رکھتے رہے کہ شاید ہمارے ملک کے موجودہ حکمران ہم ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف آئے متعصّبانہ بیانات دینے والوں کی عوامی طور پر مذمت کریں تاکہ گئو رکشا کے نام پر بیف کے شبہ میں اور اسی قسم کے دوسرے حیلوں بہانوں کی آڑ میں مسلمانوں کے خلاف پیدا کیا جانے والا نفرت کا وہ الاؤ کسی طرح ٹھنڈا ہو سکے جس کی تپش شمالی ہندوستان میں رہنے والا ہر سیکولر ہندوستانی محسوس کر رہا ہے جس کے نتیجے میں متانت، سنجیدگی اور شائستگی سے محروم لب ولہجہ ملک کی فضاؤں میں تیر رہا ہے اور بھارتیہ سنسکرتی اور اس کی پرمپرائیں مسلسل آنسو بہا رہی ہیں۔

▫▫▫

خیروخبر

بریڈفورڈ برطانیہ میں صد سالہ کانفرنس

بریڈفورڈ: جامع مسجد تبلیغ السلام ویسٹ گیٹ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں عظیم الشان صد سالہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔

عالمی مبلغ اسلام پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی سرپرستی میں نوجوانوں کی کانفرنس سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے وارثِ سلسلۂ نوشاہیہ صاجزادہ پیر سید احسن شاہ شرافت نوشاہی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ابھرنے والی ایک عظیم ہستی کا نام ہے، جنھوں نے مختلف شعبہ ہائے حیات میں گوناگوں خدمات اور کارنامے سرانجام دیے، آپ حب رسول ﷺ، علم وفضل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، تواضع و انکساری، اخلاق و سلوک، ادب و شاعری، فقہ و حدیث اور تصنیف و تالیف کے میدانوں میں اپنی مثال آپ تھے۔ دور دور تک آپ کے ہم عصروں میں آپ کا کوئی مماثل نظر نہیں آتا تھا۔ آپ کی خدمات کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، آپ کی پوری عمر دین وسنیت کی احیا و تجدید کرتے ہوئے گزری۔ آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرماکر قوم و ملت کی دینی، شرعی اور نظریاتی طور پر جو رہنمائی فرمائی ہے وہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار، علم وعمل اور تحریر وقلم کے ذریعے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے گراں قدر کام سر انجام دیے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے حب رسول ﷺ اور محبت کے پیغام کو عام کریں، اپنی نوجوان نسل اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے والدین عملی طور پر اسلامی اقدار کو اپناتے ہوئے ایک عظیم مثال بنیں۔

علامہ محمد ارشد مصباحی نے پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی برطانیہ میں نصف صدی سے زائد عرصہ میں ان کی عظیم خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب نے مسلک اہلسنت اور اعلیٰ حضرت کے پیغام کو نہ صرف عام کیا بلکہ برطانیہ میں سنیت کی بنیاد رکھی- اب ان کے لختِ جگر بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نوجوان نسل کو اسلام کے امن اور محبت کا پیغام دے رہے ہیں۔ مفتی واجد اقبال نے کہا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کئی ایک اوصاف و محاسن کے مالک اور ایک ہمہ جہت و عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی شخصیت کے کئی ایک نمایاں اور ممتاز پہلو ہیں، جن میں سے ایک اہم پہلو خدمتِ خلق اور حقوق انسانیت ہے، ساٹھ کی دہائی میں پیر معروف حسین نوشاہی نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے برطانیہ میں آنے والے مسلمانوں کی نہ صرف اصلاح کی بلکہ اس دور میں بدترین اسلاموفوبیا کا بہادری سے مقابلہ کیا، کارخانوں میں کام کرنے والے مسلمان مزدوروں کو اپنی مذہبی اقدار اور عبادات کے مذہبی حقوق دلانے میں عملی کردار ادا کیا، برطانیہ بھر میں مساجد کے جال بچھا کر مسلمانوں کو دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند رہنے کا سامان پیدا کیا۔ امام محمد بلال نوشاہی نے کہا کہ ہمیں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور حضرت پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کے امن و محبت کے پیغام کو عام کرنا ہوگا۔

کانفرنس سے علامہ مفتی انصر القادری، ڈاکٹر اطہر حسین، علامہ شبیر سیالوی، مفتی عبدالقدیر، شیخ اسرار رشید، مولانا مفتی شاہد علی نقشبندی، مولانا کلیم الازہری اور دیگر نے خطابات کیے جب کہ حافظ عبدالقادر نوشاہی، قاری زاہد شریف، قاری محمد اشرف، حاجی محمد افضل، محمد اسماعیل اور عیسیٰ خان نوشاہی نے خوبصورت انداز میں اعلیٰ حضرت کا کلام پیش کیا-

دو نشستوں میں جاری رہنے والی کانفرنس میں نظامت کے فرائض حافظ بلال نوشاہی اور قاری صدام حسین نوشاہی نے سرانجام دیے۔ کانفرنس میں برطانیہ بھر سے نوجوان مرد اور خواتین قافلوں کی صورت پہنچ کر شریک ہوئے۔ کانفرنس کا اختتام نصف شب کو ہوا اور صاحبزادہ پیر سید احسن شرافت شاہ شرافت نوشاہی نے امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق کے لیے خصوصی دعا کی۔

از: غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں